Andhi Saazish

اندھی سازش

شوکی سیریز

بچوں کا اسلام میں قسط وار شائع ہونے والا سب سے پہلا ناول تھا اور ابھی تک کتابی شکل میں شائع نہیں ہوسکا۔ شمارہ نمبر 1 تا 12 شائع ہوا تھا۔

مکمل ناول

اندھی سازش

اشتیاق احمد

خالد بن آصف گھر میں داخل ہوئے۔ انھیں بہت حیرت ہوئی۔ مہمان خانے سے کسی کے باتیں کرنے کی آواز آرہی تھی۔ وہ سیدھے اندر کی طرف چلے گئے۔ وہاں ان کی بیگم کھانا تیار کرتی نظر آئیں۔ وہ حیرت زدہ انداز میں بولے:

"السلام علیکم بیگم! یہ ڈرائنگ روم میں بچوں کے ساتھ کون صاحب باتیں کررہے ہیں؟"

"آپ کے مہمان، وہ بھی غیر ملکی۔"

"غیر ملکی مہمان، کیا مطلب... یہ غیر ملکی مہمان کہاں سے آگئے، وہ بھی کسی اطلاع کے بغیر۔"

"لندن سے آئے ہیں، وہاں آپ کے دوست امجد سلیم رہتے ہیں نا، ان کا خط آپ کے نام لے کر آئے ہیں، جب انہوں نے یہ بات بتائی تو ہم انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھانے پر مجبور ہوگئے۔ امجد سلیم صاحب نے معمول کے مطابق ہم سب کے لیے چند تحائف بھی بھیجے ہیں۔"

"اوہ... یہ امجد سلیم صاحب بھی عجیب آدمی ہیں۔ کبھی ڈاک کے ذریعے کوئی تحفہ بھیج دیتے ہیں تو کبھی کسی آنے جانے والے کے ہاتھ اور اس بار تحائف کے ساتھ کسی مہمان کو بھیج دیا۔"

"جی ہاں! خط میں لکھا ہے، انہیں چند دن تک یہاں ٹھہرنا ہے۔"

"اچھی بات ہے، میں مل لیتا ہوں۔"
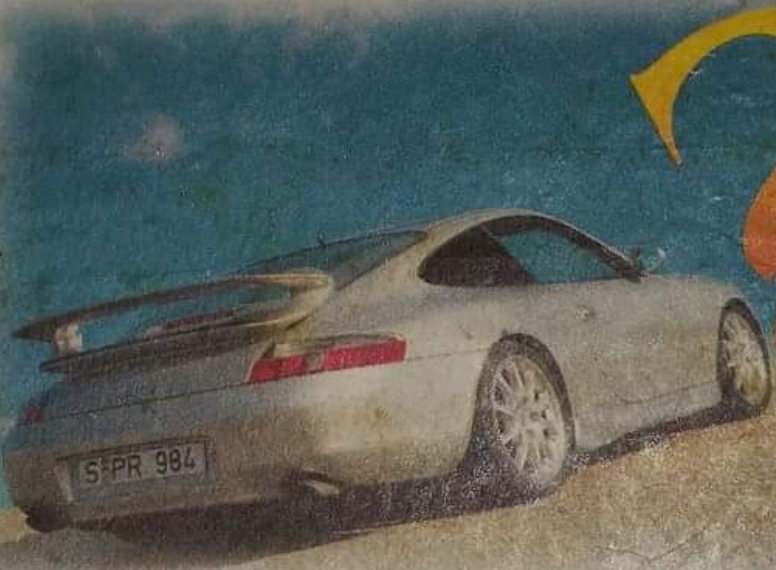
خالد بن آصف مہمان خانے میں داخل ہوئے تو ایک غیر ملکی کو وہاں موجود پایا۔ ان پر نظر پڑتے ہی اس نے چونک کر کہا:

"آہا! میرا خیال ہے، آپ ضرور خالد بن آصف ہیں۔"

"جی ہاں! بالکل! اور آپ کی تعریف۔"

"میرا نام کرنل جان مور ہے، لندن میں آپ کے قریبی دوست امجد سلیم میرے بھی دوست ہیں۔ مجھے یہاں چند دن کے لیے آنا پڑا، ان سے ملنے کے لیے گیا اور یہ خبر سنائی تو بول اٹھے، بس آپ وہاں کسی ہوٹل میں نہیں ٹھہریں گے... وہاں میرے بہت اچھے دوست خالد بن آصف رہتے ہیں، آپ ان کے ہاں ٹھہر جائیے گا۔ میں نے ان سے بہت کہا کہ اس کی ضرورت نہیں، کیوں میں آپ کے دوست کو تکلیف دوں، چند دن کی بات ہے... اور پھر میرے اخراجات تو یوں بھی ادارہ ادا کرے گا، میں ایک پرائیویٹ ادارے میں کام کرتا ہوں، اس کے کام سے آنا تھا، لیکن انہوں نے میری ایک نہ مانی، میں نے بہت زور لگایا، لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ اس لیے میں آپ سے معافی چاہتا ہوں اور اگر میری وجہ سے آپ کو ذرا بھی تکلیف پہنچنے کا کوئی امکان ہو تو میں اسی وقت جانے کے لیے تیار ہوں، یہ تحائف البتہ آپ مجھ سے وصول فرمالیں، آپ کے دوست امجد سلیم صاحب نے آپ لوگوں کے لیے بھیجے ہیں۔" یہاں تک کہہ کر کرنل جان خاموش ہوگیا۔ تب خالد بن آصف نے کہا:

"امجد سلیم بھی عجیب آدمی ہیں، تحفے بھیجنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے، میں ان کی اس بات پر خوب ناراض ہوتا ہوں لیکن وہ سنتے اب ہیں، آپ کی آمد سے ہمیں کوئی پریشانی نہیں ہوئی، ہمارا گھر بہت بڑا ہے اور دوستوں کے لیے دل بھی بڑے ہیں... لہٰذا آپ بے فکر ہوکر رہیں... اس گھر کو اپنا گھر سمجھیں... اور جب آپ واپس لندن جائیں تو میری طرف سے امجد سلیم کو آپ بھی کہہ دیجیے گا کہ کم از کم تحائف بھیجنے کا یہ سلسلہ ضرور ختم کردیں۔"

"اچھی بات ہے، میں آپ کا پیغام امجد کو دے دوں گا۔" کرنل جان نے مسکرا کر کہا۔

"آپ کے نام کے ساتھ کرنل لگا ہے، اس کا مطلب ہے، آپ برطانیہ کی فوج میں ملازم ہیں۔"

"آپ نے ٹھیک پہچانا لیکن اب میں ریٹائر ہوچکا ہوں۔"

"اب آپ آرام کرلیں، جس چیز کی ضرورت ہو، بغیر کسی تکلف کے بتا دیجیے گا۔"

خالد بن آصف بچوں کو ساتھ لیے باہر نکل آئے۔ دوسرے دن ان کے مہمان ناشتا کرکے گھر سے نکل گئے۔ پھر رات کے وقت لوٹے... وہ بازار سے ان سب کے لیے کھانے پینے کی بہت سی چیزیں لائے تھے... یہ سب چیزیں ان کی پسندیدہ تھیں۔ انھیں بہت حیرت ہوئی۔ خالد بن آصف نے فوراً کہا:

"یہ کیا! آپ تو اپنے دوست کے نقش قدم پر چل پڑے، ان چیزوں کی کیا ضرورت تھی۔"

"میری وجہ سے آپ کو زحمت ہورہی ہے۔ بس اسی خیال سے لے آیا۔"

"ہوں! خیر لیکن اب جب تک آپ یہاں ہیں، کوئی چیز نہ لائیے گا۔" خالد بن آصف نے پُرزور انداز میں کہا۔

پھر انہوں نے مہمان کے سامنے گھر کا بنایا ہوا کھانا رکھا اور خود مہمان کی لائی ہوئی چیزیں کھائیں۔ اس رات انہیں نیند بہت جلدی آگئی... اور نیند بھی اس قدر گہری آئی کہ کچھ ہوش نہ رہا... آخر وہ نیند سے بیدار ہوئے۔ انھیں حیرت سی ہوئی۔ وہ جس کمرے میں تھے، وہ کم از کم ان کے گھر کا کمرہ نہیں تھا...

"یہ... یہ کیا، ہم کہاں ہیں۔" خالد بن آصف کے بیٹے حسان نے کہا۔

"اور یہ ہم سب کرسیوں پر کیوں بیٹھے ہیں، یہ کرسیاں عجیب وغریب سی ہیں۔" ان کی بیٹی خالدہ کی خوف میں ڈوبی آواز سنائی دی۔

"میں اٹھ کر دیکھتا ہوں۔"

یہ کہہ کر خالد بن آصف نے کرسی سے اٹھنے کی کوشش کی، لیکن اٹھ نہ سکے۔ ان کا پورا جسم کرسی کے ساتھ جکڑا ہوا تھا، لیکن جکڑنے کے لیے رسی استعمال نہیں کی گئی تھی۔ ٹیپ جیسی چیز نے کرسی اور جسم کو آپس میں چپکا رکھا تھا۔

"یہ... یہ کیا، میں تو اس کرسی سے اٹھ نہیں سکتا۔"

"اوہ... اوہ..." ان سب کے منہ سے خوف کی حالت میں نکلا۔

ان کے سر چکرا گئے، آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔

"کیا ہمیں اغوا کرلیا گیا ہے۔" ان کی بیگم بولیں۔

"ایسا ہی لگتا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے... وہ شخص کرنل جان مور کوئی دھوکے باز شخص ہے، اس کا میرے دوست امجد سلیم سے کوئی تعلق نہیں، اس نے ہمارے آپس کے تعلقات کا پتا چلایا اور وہ خط خود لکھا، تحائف بھی خود خریدے... اس طرح وہ ہمارے گھر آ ٹھہرا، دن بھر وہ غائب رہا، رات کے وقت آیا تو کھانے پینے کی بے شمار چیزیں لے آیا، ان چیزوں میں کوئی نشہ آور یا بے ہوش کردینے والی دوا تھی، ہم ان چیزوں کو کھا کر بے ہوش ہوگئے... اس کے بعد وہ ہم سب کو یہاں لے آیا۔" خالد بن آصف پریشانی کے عالم میں کہتے چلے گئے۔

"لیکن بابا جان! وہ ہم سب کو آخر یہاں کیسے لے آیا۔"

"یہ شخص اکیلا تو ہو نہیں سکتا، اس کے ساتھ اور کئی آدمی ہوں گے... ہمارے بے ہوش ہونے کے بعد کوئی گاڑی یہ لوگ اندر لے آئے ہوں گے، ہم سب کو گاڑی میں ڈالا اور یہاں لے آئے۔"

"سوال یہ ہے کہ یہ شخص ہم سے چاہتا کیا ہے... اس نے ہمیں اغوا کیوں کیا ہے۔"

اسی وقت کمرے میں ایک آواز گونجی:

"اس سوال کا جواب میں دوں گا۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی سامنے والا دروازہ کھلا اور انھوں نے کرنل جان مور کو اندر آتے دیکھا...

(قسط نمبر 2 آیندہ ہفتے پڑھیں۔)

2

اندھی سازش

چند لمحے تک وہ کرنل جان مور کو گھورتے رہے۔ منہ سے کچھ نہ بولے۔ ادھر جان مور پُرسکون انداز میں قدم اٹھاتا ان کے سامنے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

"شاید آپ لوگ مجھ سے خوش نہیں ہیں۔ آپ سوچ رہے ہوں گے، میں نے آپ کو دھوکا دیا۔ صرف آپ کو ہی نہیں، آپ کے دوست امجد سلیم کو بھی دھوکا دیا۔ دھوکے سے اس سے وہ خط لکھوایا اور آپ لوگوں کے گھر چلا آیا۔ پھر تھوڑے نو بجے کے بعد جب واپس لوٹا تو آپ کے لیے کھانے پینے کی چیزیں لے آیا۔ ان میں بے ہوشی کی دوا تھی۔ چنانچہ آپ لوگ ان چیزوں کو کھانے سے بے ہوش ہو گئے اور میں آپ کو یہاں لے آیا۔ یہی سوچ رہے ہیں نا آپ لوگ"

یہاں تک کہہ کر کرنل جان مور خاموش ہو گیا۔ اس کے چہرے پر نہ تو مسکراہٹ تھی، نہ طنز، نہ غم و غصہ۔ بس اس کا چہرہ خالی خالی سا نظر آ رہا تھا۔ آخر خالد بن آصف نے کہا۔

"کرنل جان مور: ان حالات میں آخر ہم اور سوچ بھی کیا سکتے ہیں"

"خوب خوب! ٹھیک کہا آپ نے۔ اچھا بتائیں، میں نے آپ کو کیوں اغوا کیا ہے" یہ کہتے ہوئے وہ زوردار انداز میں مسکرایا۔

"یہ آپ ہم سے پوچھ رہے ہیں، بھلا ہم کیا بتا سکتے ہیں۔ اغوا ہمیں آپ نے کیا ہے اور وجہ ہم سے پوچھ رہے ہیں، یہ کوئی تُک"

"آپ کو پتا ہے، آپ کے گھر میں اس وقت کیا ہو رہا ہے"

"گھر......... کیا مطلب، کیا ہو رہا ہے"

"آپ کے گھر میں اس وقت خالد بن آصف موجود ہے، بیگم خالد بن آصف موجود ہے، آپ کا بیٹا حسان بھی موجود ہے، بیٹی خالدہ بھی موجود ہے"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں، ہم سب تو یہاں موجود ہیں"

"ہاں! آپ سب یہاں موجود ہیں، لیکن آپ سب وہاں بھی موجود ہیں۔ ہم نے کمپیوٹر کے ذریعے آپ لوگوں کی نقل تیار کروائی ہے۔ وہ نقل ہو بہو آپ جیسی ہے۔ کوئی فرق محسوس نہیں کیا جا سکتا۔ کوئی نہیں پہچان سکتا، یہاں تک کہ اگر آپ چاروں کو ان چاروں کے ساتھ بٹھا دیا جائے تو بھی کوئی یہ فیصلہ نہیں کر سکے گا کہ اصلی کون سے ہیں اور نقلی کون سے۔ یہاں تک کہ ان کی آوازیں بھی بالکل آپ جیسی ہیں۔ چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے اور کھانے پینے کا انداز بھی بالکل آپ جیسا ہے۔"

"آخر ایسا کس لیے کیا گیا ہے"

"خالد بن آصف وزارت خارجہ کے ایک بڑے آفیسر کا نام ہے۔ ہے یا نہیں" یہ کہتے ہوئے کرنل جان مور مسکرایا۔ اس کی مسکراہٹ بھی خوفناک تھی۔

"ہاں تو پھر؟" یہ کہتے ہوئے خالد بن آصف کا دل بہت زور سے دھڑکا، رنگ اڑتا نظر آیا۔

"آج صبح سویرے ناشتے کے بعد نقلی خالد بن آصف دفتر جائے گا۔ اسے آپ کی سیٹ پر بیٹھنے سے بھلا کون روک سکے گا۔ کوئی روک سکے گا۔ پھر اپنے دفتر کے ہیڈ کلرک سے وہ جو فائل بھی نکلوانا چاہے گا، نکلوا لے گا..... کیا سمجھے"

"نہیں..... نہیں" خالد بن آصف چیخے۔

"نہ چیخیے، کچھ نہ ہوگا، نہ رونے دھونے سے۔ یہ گھر شہر سے بہت دور واقع ہے اس طرف کوئی نہیں آئے گا۔ اور سنیے! آج خالد بن آصف کو دفتر میں بہت زیادہ کام ہوگا۔ وہ شام کو چھٹی کے وقت تک فارغ نہیں ہو سکیں گے۔ لہٰذا دفتر کے تمام لوگ چلے جائیں گے۔ ہیڈ کلرک بھی چلا جائے گا۔ چپراسی بھی ان سے رخصت لے کر چلا جائے گا۔ کیونکہ خالد بن آصف کی یہ عادت نئی نہیں۔ بہت پرانی ہے۔ اکثر وہ رات گئے تک بیٹھ کر دفتر کا کام کرتے ہیں۔ وہ بہت محنتی اور ایماندار ہیں۔ ان کی محنت اور لگن کا سب لوگ اعتراف کرتے ہیں۔ سب ان کی عزت کرتے ہیں۔ ان کا دفتر میں ایک مقام ہے۔ آج جب رات ہو جائے گی تو وہ تمام فائلیں خود اٹھا کر اپنی کار میں رکھیں گے اور گھر آ جائیں گے۔ گھر سے وہ اپنے بیوی اور بچوں کو کار میں بٹھا لیں گے اور یہاں..... اس عمارت میں آ جائیں گے۔ پھر کیا ہوگا۔ یہ آپ خود سوچ سکتے ہیں"

یہاں تک کہہ کر کرنل جان مور رک گیا۔

"کیا ہوگا پھر؟" خالد بن آصف نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"پھر کیا ہوگا..... اگر ہم تمہیں ان کے آنے کے بعد چھوڑ دیتے ہیں تو تم اپنے بڑے آفیسرز کو اپنی کہانی سنا کر انہیں یقین دلاؤ گے۔ اس طرح معاملہ صرف چند اہم ترین فائلوں کا رہ جائے گا۔ اگر ہم تمہیں نہیں چھوڑتے اور تم اس جگہ قید رہتے ہو تب کیا ہوگا۔ یہ سوچو....؟" کرنل جان مور کہتے کہتے رک گیا۔ خالد بن آصف چلا اٹھے۔

"نہیں..... نہیں آخر تم ایسا کیوں کرنا چاہتے ہو۔ میں نے تم لوگوں کا کیا بگاڑا ہے؟"

"تم ہمارا کچھ بگاڑ ہی نہیں سکتے۔ بگاڑیں گے تو ہم تمہارا..... ذرا غور کرو..... ملک کے اخبارات میں کیا کیا خبریں شائع ہوں گی لوگ تمہارے بارے میں کیا کچھ کہیں گے..... سوچو....."

"اف مالک: ہم تو کہیں کے نہیں رہ جائیں گے"

"اور پھر ایک خاص موقعے..... بہت ہی خاص موقعے پر تم سب لوگ واپس اپنے گھر میں نظر آؤ گے۔ جونہی یہ خبر لوگوں کو معلوم ہوگی تو پولیس پارٹی تمہاری طرف دوڑ پڑے گی۔ تمہیں گرفتار کر لیا جائے گا۔ تم اپنی سچی کہانی انہیں سناؤ گے۔ لیکن کہانی پر کوئی یقین نہیں کرے گا۔ تب کتنا مزا آئے گا..... خالد بن آصف جیل کی سلاخوں کے پیچھے نظر آئے گا۔ کیوں کیسی رہے گی؟"

"اف میرے مالک..... رحم فرما میرے اللہ"

"آخر تم یہ سب کیوں کرو گے؟"

اشتیاق احمد

"افسوس! ہم تمہیں بس یہ بات نہیں بتا سکتے کہ ہم ایسا کیوں کر رہے ہیں.... ایسا کرنے سے کیا مقصد ہے ہمارا۔

"پہلی بات اور سب سے خوفناک بات تو یہ ہوگی کہ ملک کے بہت قیمتی راز ان فائلوں کی صورت میں ہم تک پہنچ جائیں گے۔ دوسری بات یہ ہوگی کہ ایک ایماندار آفیسر کی پیشانی پر غداری کا داغ لگ جائے گا۔ ہمارے ملک سے دشمنی رکھنے والی طاقتوں کو اس وقت کتنی خوشی ہوگی جب ایک ایماندار آفیسر بے ایمان ثابت ہو جائے گا"

"درست اندازہ لگایا۔ اب تم ان فائلوں کے بارے میں ذہن لڑاؤ جو یہاں پہنچنے والی ہیں۔ ویسے تو جب تک تم ان کو دیکھ نہیں لوگے سمجھ نہیں سکو گے.... جب فائلوں کو دیکھ لو گے تب معلوم ہو جائے گا.... ہم کیا چاہتے ہیں؟"

"..... اوہ..... نن..... نہیں........" ان کی آنکھوں میں زمانے بھر کا خوف پھیل گیا۔

اور پھر رات کے آخری حصے میں ایک گاڑی اس عمارت کے اندر آ کر رکی۔ اس میں سے چار افراد فائلیں ہاتھوں میں لیے اترے۔ کرنل جان مور پر نظر پڑتے ہی وہ اس کے سامنے باادب ہو کر کھڑے ہو گئے۔ ان کے ہاتھ سلوٹ کے انداز میں اٹھ گئے۔

"کیسا رہا ہمارے خالد بن آصف؟"

"سو فیصد کامیابی" نقلی خالد بن آصف نے کہا۔

"خوب! آؤ.... تمہیں اصلی خالد بن آصف سے ملواؤں"

ان لوگوں کا کیا حال ہے؟

"بہت پتلا..... بے چارے ایک تو بجلی کی کرسیوں میں جکڑے ہوئے ہیں اور اوپر سے رنج، غم اور غصے نے ان کا برا حال کر دیا ہے"

پھر وہ اس کمرے میں داخل ہوئے۔ خالد بن آصف، ان کی بیوی اور دونوں بچوں نے ان لوگوں کو دیکھا.... اگرچہ وہ پہلے ہی سب کچھ سن چکے تھے، لیکن اس کے باوجود اپنے سامنے بالکل اپنے جیسے آدمیوں کو دیکھ کر ان کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں۔ وہ سو فیصد ان جیسے تھے۔ ان میں اور ان میں کوئی فرق نہیں تھا۔

"کیا حال ہے بچو..... نقلی خالد بن آصف نے گہرے طنزیہ انداز میں کہا۔ ان کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل سکا۔

"نقلی خالد بن آصف، یوں مزا نہیں آئے گا۔ تم جو فائلیں لائے ہو، وہ ان کے سامنے رکھ دو"

"اوہ ہاں جناب! کیوں نہیں...... یہ لیں بھئی.... فائلوں کا نظارہ کر لیں یہ نظارہ بہت دل خوش کن ہوگا"

یہ کہہ کر اس نے فائلیں ان کے سامنے بچھی میز پر رکھ دیں۔ اب جو انہوں نے فائلوں کو دیکھا، ان کا رنگ فق ہو گیا۔ یوں لگا جیسے ان کے سارے جسم کا خون نچوڑ لیا گیا ہو۔

(جاری ہے)

رز بھی سازش

3

اشتیاق احمد

چند منٹ تک خالد بن آصف پر سکتے کی حالت طاری رہی۔ ان فائلوں میں بہت اہم راز تھے۔ یہ اگر دشمن ملک کے ہاتھ لگ جاتے تو ملک کو خوفناک نقصانات پہنچ سکتے تھے۔ مثلاً ان میں ایک فائل میں ان ایجنٹوں کے نام اور دوسری تفصیلات تھیں جو دشمن ملک میں کام کر رہے تھے۔ اب جونہی یہ فائل دشمن ملک میں جاتی، ان لوگوں کو فوری طور پر گرفتار کیا جا سکتا تھا اور ظاہر ہے، غیر ملکی جاسوسوں کو موت سے کم سزا تو دی ہی نہیں جاتی۔ اسی طرح دوسری فائلیں بھی کم اہم نہیں تھیں۔ آخر انہوں نے کانپتی آواز میں کہا۔

"آپ: آپ ان فائلوں کا کیا کریں گے۔"

"تمہارے دشمن ملک کے حوالے کر دیں گے، وہ مجھے ان کی بہت بڑی قیمت ادا کریں گے۔"

"آپ وہ بہت بڑی قیمت مجھ سے لے لیں، یہ فائلیں ان کے حوالے نہ کریں۔"

"تم...... تم ان کی قیمت دو گے، گھاس تو نہیں کھا گئے، تمہارے پلے ہے کیا، تم تو صرف ایک سرکاری ملازم ہو، دشمن ملک کی حکومت مجھے ان کی جو قیمت دے گی، تم اس کے بارے میں اندازہ تک نہیں لگا سکتے۔"

"آپ رقم تو بتائیں، میں اپنی حکومت سے آپ کو دلوا دوں گا۔"

"ناممکن! یہ نہیں ہو سکتا، اس طرح تو ہمارا سراغ لگا لیا جائے گا، ہم تو یہ فائلیں لیے یہیں سے غائب ہو جائیں گے۔"

"اور ہم...... ہمارا کیا بنے گا۔"

"تمہاری حکومت تمہیں بہت ایمان دار مانتی ہے نا، ان کا خیال ہے، نہ آپ بک سکتے ہیں نہ جھک سکتے ہیں تو پھر یہ کہانی حکومت کو سنا دیجئے گا۔ اگر انہوں نے یقین کر لیا تو آپ بچ جائیں گے، یقین نہ کیا تو آپ پھنس گئے، لیکن ان دونوں باتوں سے ہمیں کوئی غرض نہیں۔ ہمیں تو ان فائلوں کی ضرورت تھی، خاص طور پر اس فائل کی جس میں دشمن ملک میں کام کرنے والے جاسوسوں کے نام ہیں۔ ان سب کو گرفتار کرنا اب آسان کام ہوگا۔"

"اف مالک: ان لوگوں نے تو مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا۔"

"ابھی تو ہم تم لوگوں سے بہت نرم سلوک کر رہے ہیں، ورنہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ یہیں گڑھے کھود کر تم لوگوں کو ان میں دفن کر دیتے۔ اوپر ہل چلا کر کوئی سبزہ اگا دیتے۔ کسی کو پتا بھی نہ چلتا کہ آپ کہاں ہیں لوگ آپ کو غدار کے نام سے جانتے، خیر اب کون سا آپ کی ایمان داری کے جھنڈے گاڑے جائیں گے۔ کچھ لوگ اگر تمہیں ایمان دار خیال کر بھی لیں گے تو باقی ملک تو غدار ہی کہے گا۔"

"اس زندگی سے تو پھر موت اچھی۔" خالد بن آصف نے جھلا کر کہا۔

"لیکن مسلمانوں کے نزدیک تو خودکشی قطعاً حرام ہے۔"

"میں جانتا ہوں میں نے یہ نہیں کہا کہ میں خودکشی کر رہا ہوں۔"

"چلو بھئی: اپنا پروگرام ختم کرو۔" ہم نے جو منصوبہ بنایا تھا، وہ سو فیصد کامیاب رہا۔ اب ہمیں اس کے دوسرے حصے پر عمل کرنا ہے۔"

یہ کہتے ہوئے، وہ کمرے سے نکل گئے۔ ان کے ماتحت بھی نکل گئے۔ بس ان میں سے ایک رہ گیا۔ اس نے جیب سے ایک پستول نکالا، اس کی نال کا رخ اوپر کی طرف کیا اور ٹریگر دبا دیا۔ کوئی آواز نہ آئی۔ بس ایک گیس پھیل گئی۔

"یہ کیا کیا۔" خالد بن آصف کے منہ سے نکلا۔

کوئی جواب نہ ملا...... گیس چھوڑنے والے نے باہر نکلنے کی کوشش کی...... اور انہوں نے دروازہ بند ہونے کی آواز سنی۔ ساتھ ہی ان پر گہری غنودگی طاری ہو گئی۔

○

ان سب کی آنکھ کھلی تو وہ اپنے گھر میں تھے اور کوئی زور زور سے دروازہ پیٹ رہا تھا۔ وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھے۔ چند لمحے تک ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے پھر خالد بن آصف اٹھ کر دروازے کی طرف لپکے۔

"کون صاحب ہیں۔" انہوں نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"پولیس: ہم کتنی دیر سے گھنٹی بجا رہے ہیں۔"

"اوہ......" ان کے منہ سے نکلا، پھر انہوں نے دروازہ کھول دیا۔ باہر کافی پولیس موجود تھی۔ ان میں پولیس انسپکٹر ہی نہیں، ڈی ایس پی صاحب بھی موجود تھے۔

"آپ نے اتنی دیر سے دروازہ کیوں......"

"ہم سوئے ہوئے تھے، بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ ہم بے ہوش تھے، ہمیں بے ہوش کیا گیا تھا۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" ڈی ایس پی نے ناخوشگوار انداز میں پوچھا۔

"پہلے آپ بتائیں...... آپ لوگ کیسے تشریف لائے۔" خالد بن آصف نے پوچھا۔

"آپ کے حق میں بہتر یہ ہے کہ پہلے آپ اپنی کہانی سنا دیں اور دیکھئے...... کوئی کہانی گھڑ کر نہ سنائیے گا۔"

"آپ مجھ سے کس لہجے میں بات کر رہے ہیں، شاید آپ نہیں جانتے، میں خالد بن آصف ہوں محکمہ خارجہ کا ڈائریکٹر۔"

دیکھئے جناب: ہمارے پاس بہت خوفناک اطلاعات ہیں، رات کسی وقت آپ اپنے دفتر سے آئے اور وہاں سے تین اہم ترین فائلیں نکال کر لے آئے، آپ نے غلطی یہ کی کہ واپس آتے وقت سیف بند نہیں کی، اپنی چابی بھی سیف میں ہی چھوڑ آئے۔ آپ کے محکمے کے سیکرٹری صاحب کو رات کسی وقت آپ سے کوئی کام آپڑا۔ انہوں نے آپ کو فون کیا۔ گھنٹی بجتی رہی لیکن کسی نے فون نہ اٹھایا۔ تب آخر انہوں نے دفتر فون کیا۔ باہر چوکیدار موجود تھا۔ اس نے ریسیور اٹھایا۔ اس سے انہیں پتا چلا کہ آپ دفتر آئے تھے اور کچھ فائلیں نکال کر لے گئے ہیں، سیکرٹری صاحب کو یہ سن کر حیرت ہوئی، انہوں نے پھر گھر فون کیا، لیکن ادھر سے کسی نے فون نہ اٹھایا۔ اب تو وہ پریشان ہو گئے۔ کیونکہ اگر رات کسی وقت انہیں کسی فائل کی ضرورت پیش آ گئی تھی تو دفتر سے فائل لا کر انہیں گھر بھی آنا چاہیے تھا۔ اب انہوں نے مجھے فون کیا، میں ان لوگوں کے ساتھ یہاں آ گیا۔ اب دن نکلنے والا ہے۔ بہت دیر تک گھنٹی بجانے کے بعد آپ لوگ بیدار ہوئے ہیں۔ آپ پہلے سیکرٹری صاحب سے بات کر لیں، یہ لیں موبائل نمبر ملا ہوا ہے۔"

انہوں نے دھک دھک کرتے دل کے ساتھ ریسیور لے لیا اور بولے:

"السلام علیکم۔"

آپ سے ایسی امید نہیں تھی، آپ فوراً ڈی ایس پی صاحب کے سوالات کے جوابات دیں یہ گھر کی تلاشی بھی لیں گے، آپ بالکل رکاوٹ نہ ڈالیں۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی فون بند کر دیا گیا۔ ان کا سر گھوم گیا۔ اب وہ ڈی ایس پی صاحب کی طرف مڑے:

"آپ کا نام؟"

"ڈی ایس پی رانا۔"

"آپ اگر میرے گھر کی تلاشی لینا چاہتے ہیں، شوق سے لے لیں، سوالات کرنا چاہیں تو سوالات کر لیں۔"

"اس طرح وقت ضائع ہوگا۔" ڈی ایس پی رانا نے بگڑ کر کہا۔

"تب پھر آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"آپ وہ تینوں فائلیں میری حوالے کر دیں اور میرے ساتھ پولیس اسٹیشن چلیں۔"

"آپ پہلے میرا بیان سن لیں۔"

"وہ بھی تھانے چل کر سن لیں گے۔"

"جی نہیں! آپ میرا بیان یہیں سنیں۔"

"چلیے پھر بیٹھ کر سن لیتے ہیں۔"

وہ سب ڈرائنگ روم میں آ کر بیٹھ گئے، صرف ایک کانسٹیبل ڈرائنگ روم کے دروازے پر کھڑا رہا۔ چند پولیس اہلکار گھر کے باہر نگرانی کے لیے موجود تھے۔

اب انہوں نے اپنی کہانی تفصیل سے سنائی۔ ان کے خاموش ہونے پر ڈی ایس پی صاحب نے کہا۔

"ہمیں آپ کے گھر کی تلاشی لینا ہے۔"

"ضرور لیں! کوئی اعتراض نہیں۔"

تلاشی لی گئی، لیکن فائلیں نہ ملیں، اب تو ڈی ایس پی کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"آپ کو گرفتار کیا جاتا ہے، تھانے میں ہم آپ سے اگلوا لیں گے کہ آپ نے فائلیں کہاں چھپائی ہیں یا کس کے حوالے کی ہیں...... اور ان کے بدلے میں کتنی رقم آپ نے ان سے لی ہے۔"

ڈی ایس پی رانا نے کانسٹیبلوں کو اشارہ کیا۔ وہ ہتھکڑی لیے ان کی طرف بڑھنے لگے۔ ایسے میں اچانک خالد بن آصف نے چلا کر کہا۔

"ٹھہرو...... !"

(باقی آئندہ)

انوکھی سازش

4

اشتیاق احمد

ڈی ایس پی رانا نے چونک کر خالد بن آصف کی طرف دیکھا' پھر طنزیہ انداز میں بولا:

''ہاں کہیے: اب آپ کیا کہنا چاہتے ہیں''

''آپ مجھے گرفتار کر کے لے جا رہے ہیں' کیا مجھے اپنا وکیل کرنے کا بھی اختیار نہیں ہے''ان کے لہجے میں بھی کھرا طنز تھا۔

''اوہ ہاں! یہ آپ کا حق ہے۔ آپ اپنے وکیل کی خدمات حاصل کر سکتے ہیں''۔ ڈی ایس پی نے فوراً کہا۔

''تب پھر مجھے پہلے فون کرنے دیں''

''ہاں ضرور' کیوں نہیں' آپ اپنے وکیل کو فون کر سکتے ہیں''

انھوں نے نمبر ملائے' سلسلہ ملنے پر بولے:

''السلام علیکم راٹھور صاحب: خالد بن آصف بات کر رہا ہوں''

''آہا: یہ آپ ہیں خالد صاحب! فرمائیے آج میرا کیسے خیال آ گیا''۔

''میرے خلاف ایک عدد سازش ہو گئی ہے' پولیس مجھے گرفتار کر کے لے جا رہی ہے اور اس وقت میں آپ کی ضرورت شدت سے محسوس کر رہا ہوں''

''اوہ! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں' آپ اس وقت کہاں ہیں''

''گھر سے بات کر رہا ہوں''

''اوکے! میں آ رہا ہوں''

''ایک منٹ: میں ان سے پوچھ لیتا ہوں آپ کو کہاں آنا چاہیے'' یہ کہہ کر خالد بن آصف ڈی ایس پی رانا کی طرف مڑا۔

''آپ یہیں ٹھہر کر مجھے وکیل سے ملاقات کرنے کی اجازت دیں گے' یا انھیں حوالات میں بلاؤں''

''آپ انھیں میرے دفتر میں بلا لیں'' اس نے بُرا سا منہ بنایا۔

''راٹھور صاحب! آپ ڈی ایس پی رانا صاحب کے دفتر آ جائیں''

''اچھی بات ہے'' انھوں نے کہا۔

فون کا ریسیور رکھ کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے' اس وقت ان کے دونوں بچے اندر آ کر ان سے لپٹ گئے' وہ بری طرح رو رہے تھے:

''میرے بچو! رونے کی ضرورت نہیں' تم اچھی طرح جانتے ہو' ہم بالکل بے گناہ ہیں''

''لو ابی بھی رو رہی ہیں ہم..... ہم کیا کریں''

''اکبر راٹھور صاحب مجھ سے ملنے کے بعد یہاں آئیں گے' وہ آپ کو بتائیں گے۔ آپ لوگوں کو کیا کرنا ہے''

''ہم ان لوگوں کو کچھ نہیں کرنے دیں گے' ہمارا اندازہ ہے فائلوں کی چوری میں آپ نے ان لوگوں سے بھی مدد لی ہے' لہٰذا جونہی ہمیں اس بات کا یقین ہوا' ہم انھیں بھی گرفتار کر لیں گے''

''ایسا کرنا انصاف کا خون کرنے کے برابر ہو گا' آپ کا انجانیان ہے' میں دفتر سے آتے ہوئے وہ فائلیں لے آیا' لہٰذا میرے اس جرم میں' یعنی اگر میں نے یہ جرم کیا ہے' میرے بیوی بچے کس طرح شریک ہو سکتے ہیں''

''ہم اس کا جائزہ لیں گے اور اب چلیے''۔

آخر وہ انھیں ہتھکڑیاں پہنائے باہر لے آئے۔ باہر سارا محلہ اپنے اپنے دروازوں پر جمع تھا۔ ان کے چہروں پر رنج اور غم کے آثار تھے۔ ان سب کو خالد بن آصف بہت پسند تھے' وہ محلے والوں کے کام آتے تھے' ان کے دکھ درد میں شریک رہتے تھے' غریب محلے داروں کی دل کھول کر مدد کرتے تھے۔ جونہی وہ باہر نکلے' وہ سب یک دم ان کے راستے میں آ گئے۔

''نہیں نہیں..... پولیس کو غلط فہمی ہوئی ہے' آپ کوئی جرم نہیں کر سکتے''

''اس کا فیصلہ تو اب ہو گا' اگر ہم نے فائلیں برآمد کر لیں تو آپ کا کیا جواب ہو گا''

''آپ میرے گھر کی تلاشی لے چکے ہیں'' انھوں نے بُرا سا منہ بنایا۔

''فائلیں آپ نے کہیں اور چھپائی ہیں''

''اچھی بات ہے... آپ اپنا کام کریں' میرا وکیل اپنا کام کرے گا''

''آپ مجرم نہیں ہو سکتے' آپ کو گرفتار کرنے سے پہلے پولیس کو پوری طرح چھان بین کرنا چاہیے تھی''

''آپ لوگ راستہ چھوڑ دیں' قانون کے راستے میں رکاوٹ نہ بنیں' ورنہ ہم آپ لوگوں کے ساتھ بھی سختی سے پیش آ سکتے ہیں' خالد صاحب انھیں سمجھائیں''

''آپ لوگوں کے ہمدردانہ جذبات کے لیے شکرگزار ہوں آپ راستہ چھوڑ دیں' میں بالکل بے گناہ ہوں۔ انشاء اللہ یہ لوگ مجھے باعزت بری کریں گے''

''تب پھر آپ لوگ یہ بھی سن لیں' انھوں نے تین بہت اہم فائلیں دفتر سے چرائی ہیں۔ اس بات کے چشم دید گواہ موجود ہیں' دفتر کے چوکیدار نے انھیں اپنی آنکھوں سے فائلیں لاتے دیکھا ہے''

''لیکن جناب! یہ تو اکثر دفتر سے فائلیں گھر لاتے ہیں' گھر پر بھی دیر تک دفتر کا کام کرتے ہیں''

''لیکن ان فائلوں کو دفتر سے کہیں لے جانے کی اجازت نہیں تھی۔ ان میں بہت اہم اور خوفناک راز ہیں۔ وہ راز ہمارے دشمن ملک کے ہاتھ لگ جاتے ہیں تو اس کا نتیجہ بہت خوفناک نکلے گا۔ یہ بات خود خالد بن آصف بھی جانتے ہیں' بے شک آپ پوچھ لیں ان سے' کیوں خالد بن آصف: کیا یہ بات نہیں ہے''۔

''ہاں ٹھیک بات ہے۔ لیکن میں نے فائلیں نہیں چرائیں''

''وہ راٹھور..... وہ کیا کرے گا بھلا...''

''میں اس وقت کچھ نہیں کہہ سکتا'' انھوں نے منہ بنایا۔

پھر لوگوں سے بولے''آپ راستہ چھوڑ دیں''

لوگ ہٹ گئے' ان میں سے اکثر کی آنکھوں میں آنسو تھے' ایسے میں ایک بچہ دوڑ کر ان کی طرف آیا اور ان کی ٹانگوں سے لپٹ گیا:

''انکل! انکل! آپ کہاں جا رہے ہیں' اب مجھے روزانہ جیب خرچ کون دے گا''

''تمہیں جیب خرچ ملے گا میرے بچے' جاؤ اپنی چچی سے لے لو...'' وہ درد بھرے انداز میں مسکرائے۔

''ہم لیٹ ہو رہے ہیں'' ڈی ایس پی رانا نے جھلا کر کہا اور آگے بڑھ گیا۔ کانسٹیبل انھیں جیپ تک لے آئے۔ پھر وہ جیپ میں بیٹھ گئے۔ جیپ سٹارٹ ہوئی اور لوگ اس کی طرف دیکھتے رہے۔

ڈی ایس پی رانا نے اپنے دفتر پہنچتے ہی کانسٹیبلوں کو حکم دیا:

''فی الحال انھیں حوالات میں بند کر دو' پہلے یہ اپنے وکیل سے مل لیں' پھر ہم ان سے دو دو باتیں کریں گے' سیکرٹری سالار پاشا صاحب بھی پہنچنے والے ہیں' وہ بھی ذاتی طور پر ان سے سوالات کریں گے''

''جی اچھا.....'' کانسٹیبلوں نے کہا اور انھیں لے گئے۔

جلد ہی وکیل کے لباس میں ایک نوجوان ڈی ایس پی رانا کے دفتر میں داخل ہوا۔

''رانا صاحب السلام علیکم''

''تو آپ آ گئے' لیکن میرے چالاک وکیل صاحب! اس بار آپ اپنے مؤکل کی کوئی مدد نہیں کر سکیں گے' خالد بن آصف کا کیس بہت سنگین ہے' سن کر آپ خود کانپ اٹھیں گے۔ اور کانوں کو ہاتھ لگاتے نظر آئیں گے' میرا مشورہ ہے آپ ان کا کیس ہاتھ میں نہ لیں' اس میں آپ کا فائدہ ہے۔ آپ آج تک کوئی کیس نہیں ہارے' یہ آپ کی بہت بڑی نیک نامی ہے' لیکن یہ کیس آپ ہار جائیں گے۔ اپنے مؤکل کو نہیں بچا سکیں گے' چنانچہ آپ کی بھی خالد بن آصف کے ساتھ بہت بدنامی ہو گی''

''مجھے یہ کیس اپنے ہاتھ میں لینا ہے یا نہیں' اس کا فیصلہ میں خالد بن آصف صاحب سے ملاقات کرنے کے بعد کروں گا اور جانے سے پہلے آپ کو اپنا فیصلہ سنا کر جاؤں گا''

''اچھی بات ہے' جائیے آپ ان سے مل لیجیے''

یہ کہہ کر انھوں نے اپنے چپراسی کو اشارہ کیا۔ وہ انھیں ساتھ لیے حوالات تک آ گیا۔ اس کے اشارے پر کانسٹیبل نے تالا کھول دیا اور انھیں اندر جانے کا اشارہ کیا۔

السلام علیکم کہہ کر اکبر راٹھور اندر داخل ہوئے' خالد بن آصف فرش پر اداس بیٹھے نظر آئے۔ اکبر راٹھور بھی ان کے سامنے فرش پر بیٹھ گئے۔

''وعلیکم السلام! اللہ کا شکر ہے آپ آ گئے''

''اور میں کیوں نہ آتا... آپ تو میرے دوست ہیں' مجھے تو کوئی عام آدمی بلاتا ہے' میں تو تب بھی جاتا ہوں'' اکبر راٹھور بولے۔

''ہاں! میں جانتا ہوں''۔

''آپ وقت ضائع کیے بغیر اپنی کہانی سنائیں' ورنہ پھر یہ لوگ کہیں گے' ملاقات کا وقت ختم ہو گیا ہے' ویسے میرا خیال ہے' ڈی ایس پی رانا آپ کے خلاف خار کھائے بیٹھا ہے''

''ہاں! ایسا ہی محسوس ہوتا ہے'' لیکن آج سے پہلے میرا ان سے کبھی واسطہ نہیں پڑا..... پتا نہیں انھیں مجھ سے کیا دشمنی ہے''

''اس کا پتا چلا لیا جائے گا' آپ پہلے کہانی سنائیں''

خالد بن آصف نے کہانی پوری تفصیل سے سنا دی۔ اکبر راٹھور غور سے سنتے رہے' ان کے خاموش ہونے پر بولے:

''آپ نے امجد سلیم کو انشارجہ میں فون کیا تھا' کیا اس نے اپنے کسی دوست کو خط دے کر بھیجا ہے یا نہیں''

''نہیں! میں نے ایسا نہیں کیا' اس وقت ایسی کوئی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی تھی''

''وہ خط کہاں ہے' آپ کے پاس امجد سلیم کا فون ہے یا نہیں''

''خط گھر میں ہی کہیں پڑا ہو گا' میں نے اس کو کوئی اہمیت نہیں دی تھی۔ امجد سلیم کا فون نمبر میری ڈائری سے مل جائے گا''

''اچھی بات ہے' میں یہاں سے گھر جا رہا ہوں' آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں''

''مجھے اپنی پریشانی نہیں' ان فائلوں کی پریشانی ہے' اگر وہ دشمن ملک کے ہاتھ لگ گئیں تو کیا ہو گا' اس خیال سے بھی میں کانپ جاتا ہوں''

ایسے میں حوالات میں ہل چل کے آثار نظر آئے' کسی نے خوف کے عالم میں کہا:

''سیکرٹری صاحب آ رہے ہیں''

وہ دونوں چونک اٹھے..... اور پھر انھوں نے تیز تیز قدم اٹھاتے سیکرٹری صاحب کو آتے دیکھا''

(باقی آئندہ)

لڑائی شروع ہونے سے پہلے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے دوسرے سے کہا:

سیکرٹری سالار پاشا کے پیچھے ڈی ایس پی رانا تھے۔ دونوں حوالات کی سلاخوں کے نزدیک آگئے:
"یہ اندر کون ہیں، ان کے پاس؟" سیکرٹری صاحب نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔
"ان کے وکیل۔"
"ان سے کہیں، یہ بعد میں بات کریں، معاملہ بہت سنگین ہے۔"
"راٹھور صاحب: مہربانی فرما کر آپ ذرا باہر آ جائیں، چند منٹ ٹھہر کر بات کرلیجئے گا۔"
"جی بہتر!" اکبر راٹھور نے برا محسوس کیے بغیر کہا۔
وہ نکل آئے اور سالار پاشا ڈی ایس پی رانا کے ساتھ اندر چلے گئے۔
"خالد بن آصف! آپ نے بہت خوفناک جرم کیا ہے، اس کی آپ کو تو جو سزا ملے گی، ملے گی۔ اصل سزا ان لوگوں کو ملے گی، جو دشمن ملک میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ان فائلوں کے ذریعے ان کا سراغ لگا لیا جائے گا۔ پھر ان پر کیا بیتے گی... یہ سوچا ہے، آپ نے۔"
"میں اپنی کہانی انہیں سنا چکا ہوں، وہ میں نہیں تھا جس نے فائلیں چرائیں۔"
"مجھے کہانی سے غرض نہیں... فائلوں سے غرض ہے، ہمیں آپ سے صرف یہ معلوم کرنا ہے، فائلیں کہاں ہیں اور یہ ہم آپ سے معلوم کریں گے، لیکن بہتر ہوگا، آپ خود بتادیں، اور دیر نہ لگائیں، کیونکہ فائلیں اگر دور نکل گئیں تو ہم ان لوگوں کو بچا نہیں سکیں گے۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں۔"
"اس کا بہترین حل یہ ہے جناب کہ فوری طور پر ہم اپنے ان لوگوں کو خبردار کر دیں... کہ خطرہ ہے، وہ غائب ہو جائیں۔ ورنہ ان کا سراغ آسانی سے لگا لیا جائے گا۔ ان کی فائل اڑا لی گئی ہے۔" خالد بن آصف نے پرزور انداز میں کہا۔
"نہیں! ہم ایسا نہیں کر سکتے... اس میں اور زیادہ خطرات ہیں... وہ لوگ بوکھلا اٹھیں گے اور بوکھلاہٹ میں کام خراب کر دیں گے، اس کا بہترین حل یہ ہے کہ فائلیں اس وقت جہاں ہیں ان کو وہیں سے حاصل کر لیا جائے۔"
"اگر مجھے فائلوں کے بارے میں معلوم ہوتا تو ضرور بتا دیتا۔"
"آپ کو اور معلوم نہ ہو... خیر... ڈی ایس پی صاحب... آپ خود ان سے اگلوائیں... جیسے بھی ہو... ان سے کوئی رعایت کرنے کی ضرورت نہیں۔"
"حالانکہ آپ نے ان کے وکیل کے سامنے کے [illegible] باہر سے اکبر راٹھور نے ہانک لگائی۔
"تو پھر! اس سے کیا ہوتا ہے۔"
"یہ بات قانون کے خلاف ہیں، آپ انہیں مارنے پیٹنے کا حکم دے رہے ہیں، قانون اس کی قطعاً اجازت نہیں دیتا۔"
"آپ اپنا قانون اپنے پاس رکھیں۔" سیکرٹری سالار نے جھلا کر کہا۔
[illegible]
بولے۔
"جو بھی ہے... میں آپ سے کہے دیتا ہوں، اس معاملے میں دخل نہ دیں... معاملہ حد درجے حساس ہے... اور ہم کوئی رعایت نہیں کریں گے۔"
"قانون اس صورت میں بھی نہیں بدلے گا۔"
"اچھی بات ہے۔" آپ ہمارے خلاف قانونی کاروائی کرتے رہیں، ہمیں اپنا کام کرنے دیں۔
سیکرٹری سالار پاشا نے تلملا کر کہا اور جانے کے لیے مڑ گئے۔ ڈی ایس پی رانا نے جلدی کے عالم میں کہا۔
"راٹھور صاحب... فوراً اپنی ملاقات مکمل کر لیں، ورنہ پھر میں آپ کو موقع نہیں دوں گا۔ آپ نے پاشا صاحب کی باتیں سن ہی لی ہیں۔"
"جی ہاں! میں سن چکا ہوں... آپ فکر نہ کریں۔"
یہ کہہ کر اکبر راٹھور اندر داخل ہوگئے
"آپ پریشان نہ ہوں... اور جلدی سے کہانی سنادیں۔"
خالد بن آصف نے ساری کہانی سنادی۔ کہانی سن کر اکبر راٹھور دھک سے رہ گئے۔ مارے پریشانی کے ان کا برا حال ہوگیا۔
"اگر کہانی یہی ہے تو آپ کو بے گناہ ثابت کرنا بہت مشکل ہو جائے گا... اب اس کا ایک ہی حل ہے اور وہ یہ کہ ہم شوکی برادرز کی خدمات حاصل کریں۔"
"شوکی برادرز! میں سمجھا نہیں۔"
"بہت تیز لوگ ہیں، بچے ہیں، لیکن بڑے بڑوں کے کان کاٹ لیتے ہیں۔ آپ یوں سمجھ لیں کہ پرائیویٹ جاسوس قسم کی چیز ہیں۔"
"اوہ! لیکن بچے اس معاملے میں کیا کر سکیں گے بھلا۔"
"یہ آپ مجھ پر چھوڑ دیں... ہمارا پہلا کام آپ کو ان کے تشدد سے بچانا ہے۔ سالار پاشا صاحب صاف الفاظ میں کہہ گئے ہیں کہ مار پیٹ کر بھی اگلوانا پڑے تو یہ بھی [illegible] اور ڈی ایس پی رانا کو شاید آپ سے کوئی خاص دشمنی ہے، وہ اپنا پورا زور لگادے گا، اس لیے مجھے فوراً حرکت میں آنا پڑے گا۔"
"لیکن آپ کیا کریں گے۔" وہ پریشان ہوگئے۔
"فی الحال آپ یہ نہ پوچھیں... مجھے فوری طور پر یہاں سے جانا ہوگا... میں بہت جلد آؤں گا... آپ گھبرائیں نہ۔"
"اچھا اللہ مالک ہے۔"
اکبر راٹھور بجلی کی تیزی سے وہاں سے نکلے، اپنی کار میں بیٹھے اور ہوا ہوگئے۔ جلد ہی وہ جج کریم الدین کے ساتھ ان کے چیمبر میں بیٹھے، انہیں خالد بن آصف کی کہانی سنا رہے تھے۔
"میں خالد بن آصف کو جانتا ہوں، وہ یہ جرم کر ہی نہیں سکتے۔" جج صاحب بولے۔
"لیکن ان پر ظلم و ستم شروع ہونے کو ہے... آپ جلدی کریں... ان کی ضمانت لے لیں۔"
"اس پر پولیس کے آئی جی وغیرہ اعتراض کریں گے۔"
"میں آرڈر ڈی ایس پی رانا کو دکھا کر سیدھا آئی جی صاحب کے پاس جاؤں گا، آپ فکر نہ کریں۔"
"اچھی بات ہے... جو ہوگا، دیکھا جائے گا۔ بے چارے خالد بن آصف کو تو مار پیٹ سے بچانا ہوگا۔"
یہ کہہ کر انہوں نے ضمانت نامے پر دستخط کر دیے۔ اکبر راٹھور فوراً باہر کی طرف بھاگ پڑے۔ بلا کی رفتار سے کار چلاتے وہ حوالات تک پہنچے۔
ادھر حوالات کے کمرہ میں ہر قسم کا ساز و سامان جمع کر لیا گیا تھا۔ خالد بن آصف کو ایک کرسی سے بری طرح جکڑا جا چکا تھا۔ انگیٹھی میں کوئلے دہک رہے تھے اور اس میں لوہے کی سلاخیں سرخ ہونے کے لیے رکھ دی گئی تھیں... شاید ان کے سرخ ہونے کا ہی انتظار تھا... ایسے میں دھم کر کے اکبر راٹھور اندر داخل ہوئے اور پکارے۔
"آپ میرے مؤکل کے ساتھ ایسا کچھ نہیں کر سکتے۔ اور پھر ان کی تو ویسے بھی ضمانت ہو چکی ہے۔"
"کیا مطلب [illegible] کون ایسا کر سکتا ہے۔"
"یہ رہے آرڈر... آپ فوری طور پر انہیں کھولنے کا حکم دیں ورنہ آپ پر توہین عدالت کا مقدمہ بن جائے گا۔"
ڈی ایس پی رانا نے آرڈر پڑھے، اس کا چہرہ مارے غصے کے سرخ ہوگیا۔
"میں ابھی ان کا بھی انتظام کرتا ہوں... انہیں کھول دو... لیکن پریشان ہونے کی ضرورت نہیں... صرف چند منٹ کی بات ہے۔ یہ پھر یہیں اسی کرسی پر ہوں گے اور ہم سب کچھ کریں گے... جو کرنا چاہیں گے۔"
اکبر راٹھور نے جیسے ان کی بات سنی ہی نہیں، بس خالد بن آصف کا ہاتھ پکڑ کر باہر کی طرف بھاگ پڑے۔ انہوں نے انہیں کار میں بٹھایا... اپنا موبائل انہیں تھمایا اور انہیں جج کریم الدین کے نمبر بتائے۔ خالد بن آصف نے نمبر ملائے، سلسلہ ملنے پر اکبر راٹھور نے سیٹ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور بولے:
"جج صاحب آپ خطرے میں ہیں، فوراً روپوش ہو جائیں۔"
"یہ کام تو میں اس وقت کر چکا ہوں... جب میں نے ضمانت نامے پر دستخط کیے تھے... اور اب میں تین دن کی چھٹی پر ہوں۔"
"بہت خوب! آپ نے بروقت قدم اٹھایا، شکریہ۔"
یہ کہہ کر انہوں نے فون بند کر دیا اور پھر خالد بن آصف کو دیتے ہوئے بولے:
"اب یہ نمبر ملا کر مجھے دیں۔"
نمبر ملنے پر انہوں نے سیٹ لے لیا، اور بولے:
"السلام علیکم! شوکی، راٹھور بات کر رہا ہوں، فوراً بتاؤ... ایک بے گناہ کو پولیس سے بچانا ہے... کہاں لے جاؤں۔"
"کرنل فارانی کے پاس! ہم وہیں آ رہے ہیں۔"
"بہت خوب! بہت سمجھدار ہو۔"
"شکریہ انکل! آپ اس وقت کہاں ہیں۔"
"میں قاسم روڈ پر ہوں۔"
"تب ہم آپ سے پہلے پہنچ جائیں گے اور کرنل فارانی کو پہلے ہی خبردار کر دیں گے... آپ پہنچیں۔"
"اوکے..." وہ بولے۔
کرنل فارانی ایک ریٹائرڈ فوجی تھے۔ شوکی برادرز اور اکبر راٹھور کے پرانے دوستوں میں سے تھے اور اس قسم کے معاملات میں ان کے لیے جان لڑا دیا کرتے تھے۔ لہٰذا اکبر راٹھور فوراً وہاں پہنچے... شوکی برادرز پہلے ہی پہنچ چکے تھے... انہیں دیکھتے ہی بولے:
"السلام علیکم انکل۔"
"وعلیکم السلام... پہلے ان کا بندوبست کریں۔"
"تیاری مکمل ہے... فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں... خالد صاحب آپ میرے ساتھ آئیں۔"
کرنل فارانی انہیں لے کر اندرونی حصے کی طرف چلے گئے... ابھی وہ اندر داخل ہو کر ڈرائنگ روم کی طرف بڑھے ہی تھے کہ دروازے کی گھنٹی زوردار انداز میں بجی۔
وہ بری طرح اچھلے...

5

اندھی سازش

اشتیاق احمد

"اچھا شکار ہاتھ لگا" چار میں سے ایک نے منہ بنایا۔

... انہوں نے ہمیں روک لیا۔ان کی تلاشی لی ... اور میری ٹیکسی کا ٹائر پھاڑ کر بھاگ نکلے۔اب میں انہیں

"انسپکٹر صاحب پوچھ رہے ہیں آپ کے پاس ان رقم کے علاوہ اور رقم ہے" دونوں نے انکار میں سر ہلادیا۔

6

سزا بھی سازش

اشتیاق احمد

اکبر راٹھور نے شوکی برادرز کی طرف اور شوکی نے ان کی طرف دیکھا۔

"یہ ... یہ تو آ بھی گئے ... اب کیا ہو گا" اکبر راٹھور بولے۔

"آپ فکر نہ کریں ... وہ یہاں سے خالد بن آصف کو برآمد نہیں کرسکیں گے"

"تمہیں ان کے نام کا کیسے پتا چلا ..." اکبر راٹھور نے حیران ہو کر کہا۔

"آپ کی طرح جج کریم الدین صاحب نے بھی رابطہ کیا تھا، انہوں نے ہی خالد بن آصف کا نام بتایا تھا۔ضمانت کے سلسلے میں" شوکی مسکرایا۔

"اچھا خیر، یہ تو ہوا، اب دروازے پر جو لوگ موجود ہیں، ان کا کیا کریں"

"جب تک کرنل فارانی نہیں آ جاتے، اس وقت تک انہیں دروازے پر دستک دے لینے دیں"

"لیکن اس طرح ان کا پارہ چڑھ جائے گا" اکبر راٹھور بولے۔

"پروا نہ کریں ..." شوکی نے فوراً کہا۔

اور پھر کرنل فارانی آ گئے۔ ان کے چہرے پر اطمینان تھا۔اسی وقت پھر دستک ہوئی۔

"باہر وہ لوگ آ گئے ہیں انکل" شوکی نے دبی آواز میں کہا۔

"میں دروازہ کھولتا ہوں، آپ لوگوں کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ..."

یہ کہہ کر وہ دروازے کی طرف بڑھے۔ جونہی دروازہ کھلا، ڈی ایس پی رانا فوراً اندر داخل ہو گئے اور بولے۔

"خالد بن آصف کی ضمانت ہم نے سیشن کورٹ سے کینسل کرا لی ہے، اب آپ لوگ انہیں ہمارے حوالے کر دیں"

"کیا وہ آپ کو یہاں نظر آ رہے ہیں" اکبر راٹھور بولے۔

"وہ آپ کے ساتھ یہاں آئے ہیں، میرے آدمی نے تعاقب کیا ہے"

"آپ یہاں کی تلاشی لے لیں"

"وہ تو ہم لیں گے، لیکن آپ لوگوں کے حق میں بہتر ہے کہ خود انہیں ہمارے حوالے کر دیں"

"کیسے کر دیں ... یہاں ہوں گے تو حوالے کریں گے نا ..."

"تلاشی لو ... خالد بن آصف کو یہیں چھپایا گیا ہے ... تم اسے پہچانتے ہی ہو"

"بالکل سر ... آپ فکر نہ کریں ... ہم انہیں ابھی ڈھونڈ نکالیں گے"

"ایک منٹ: کیا آپ کے پاس تلاشی کا وارنٹ ہے ... یہ ایک ریٹائرڈ فوجی افسر کا گھر ہے ... وارنٹ کے بغیر اگر آپ نے تلاشی لی تو میں رکاوٹ بنوں گا"

"ہمارے پاس تلاشی کا وارنٹ ہے"

"خوب ! میرے وکیل صاحب کو دکھا دیں" وہ مسکرائے۔

"تو گویا آپ کے بھی وکیل ہیں" ڈی ایس پی رانا نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"آج کے نہیں ... ایک مدت کے"

اکبر راٹھور نے وارنٹ پڑھے، لیکن وہ صرف خالد بن آصف کی گرفتاری کیلئے تھے، نہ کہ کرنل فارانی کے گھر کی تلاشی کے۔

"یہ وارنٹ صرف خالد بن آصف کی گرفتاری کے لئے ہیں"

"اور ہم یہاں خالد بن آصف کو ہی تلاش کریں گے" ڈی ایس پی رانا نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"خیر: ہم قانون کے راستے میں رکاوٹ نہیں بننا چاہتے، اس لئے آپ انہیں تلاش کر لیں، لیکن ہمارا ایک آدمی آپ کے ساتھ رہے گا"

"ضرور ! کیوں نہیں ... وہ تو ایک طرح سے ہمارا گواہ ہو گا، عدالت میں کہے گا، جی ہاں ! میرے سامنے کرنل فارانی کے گھر سے خالد بن آصف کو تلاش کیا گیا"

"وہ گواہ میں ہوں گا" شوکی نے فوراً کہا۔

"یہ کون ہے" ڈی ایس پی رانا نے برا سا منہ بنایا۔

"اسے شوکی کہتے ہیں"

"شوکی ! کون شوکی ..." اس نے اور بھی برا سا منہ بنایا۔

"آپ شوکی برادرز کہہ لیں" اکبر راٹھور مسکرائے۔

"اوہ: تو یہ وہ شوکی برادرز ہیں" وہ چونکا۔

"ہاں جناب ! ہم وہی شوکی برادرز ہیں"

"تلاشی لو پوری عمارت کی ... اس لڑکے کو ساتھ رکھو، دیکھو، یاد رکھو، تمہیں خالد بن آصف کو پکڑ کر لانا ہے"

"ٹھیک ہے سر ... آپ فکر نہ کریں"

اور پھر تلاشی شروع ہو گئی۔ پندرہ منٹ کی کوشش کے بعد وہ لوگ منہ لٹکائے ڈی ایس پی کے سامنے حاضر ہو گئے۔ شوکی ان کے پیچھے تھا۔

"وہ اس عمارت میں کہیں نہیں ہیں جناب ... ان لوگوں نے انہیں کہیں اور چھپایا ہے"

"یہ ... یہ کیسے ہو سکتا ہے" ڈی ایس پی رانا بولا۔

"ہو سکتا ہے، اس عمارت میں کوئی خفیہ کمرہ ہو یا تہہ خانہ ہو" ایک نے کہا۔

"ہوں یہی بات ہے ... مسٹر راٹھور ... آپ قانون کے راستے میں رکاوٹ بن رہے ہیں۔ میرا آپ کو مشورہ ہے کہ اپنے کرنل صاحب سے کہیں یہ خالد بن آصف کو پیش کر دیں، ہم وعدہ کرتے ہیں، ان کے ساتھ کوئی ظلم اور زیادتی نہیں ہو گی، صرف پوچھ گچھ کی جائے گی"

"آپ میرا ایک مشورہ مانیں گے" اکبر راٹھور مسکرائے۔

"کہیے !" وہ جل کر بولا۔

"آپ کے لئے بہترین راستہ یہ ہے کہ پہلے آپ خالد بن آصف کے خلاف ثبوت حاصل کریں ... اس کے بعد آپ کا کام آسان ہو جائے گا"

"مطلب یہ کہ اس صورت میں آپ انہیں ہمارے حوالے کر دیں گے" رانا نے فوراً کہا۔

"یہ میں نے نہیں کہا ... اس صورت میں وہ جہاں بھی چھپے ہوئے ہیں، خود بخود وہاں سے نکل کر خود کو آپ کے حوالے کر دیں گے"

"آپ معاملے کی نزاکت کو نہیں سمجھ رہے، جرم تو پہلے ہی ان پر ثابت ہو چکا ہے، چوکیدار چشم دید گواہ ہے، وہ خود دفتر سے وہ فائلیں نکال کر لائے ہیں، ان کے دفتر کا چوکیدار بلا وجہ ان کے خلاف تو گواہی نہیں دے گا ... اب مسئلہ ہے، تین اہم ترین فائلوں کا ... ان فائلوں کا دشمن ملک کے ہاتھ لگنا انتہائی خطرناک ہو گا ... اور پتا نہیں، اب تک تو وہ ہاتھ لگ بھی چکی ہوں گی، اگر خالد بن آصف نے ان کے حوالے کر دی ہوں ... لیکن ایسا لگتا نہیں ..."

"اسی لئے میں نے کہا تھا ... معاملہ لٹک کر رہ جائے گا اور فائلیں لمحہ بہ لمحہ دور ہوتی چلی جائیں گی ... ہم ذمہ داری لیتے ہیں ... اگر ہم تین دن کے اندر اندر فائلیں تلاش نہ کر سکے تو خالد بن آصف خود کو قانون کے حوالے کر دیں گے ... آیئے ہم سب اس بات کی ذمہ داری لیتے ہیں ..." اکبر راٹھور نے پرسکون آواز میں کہا۔

"میں تو اپنی قانونی ذمے داری پوری کروں گا اور وہ ہے، خالد بن آصف کی گرفتاری اور ان سے یہ اگلوانا کہ فائلیں کہاں ہیں، انہوں نے کس کے حوالے کی ہیں"

"آپ نہیں مانیں گے ... خیر میں ایک اور مشورہ دے سکتا ہوں" اکبر راٹھور بولے۔

"چلیے ! آپ اپنا وہ مشورہ بھی بتا دیں" ڈی ایس پی رانا نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"ایک اور ذمے دار آدمی اگر یہ ذمے داری لے لے تو کیا خیال ہے"

"ایک اور ذمے دار آدمی ... وہ کون"

"ہم انہیں یہاں بلا لیتے ہیں ... اگر آپ نے ان کی ضمانت بھی منظور نہ کی تو ہم اس معاملے سے الگ ہٹ جائیں گے ... پھر آپ کا جو جی چاہے گا، کیجیے گا"

"پکی بات ..." ڈی ایس پی رانا نے خوش ہو کر کہا۔

"ہاں: بالکل پکی بات"

"خوب: بلا لیں پھر اس شخص کو بھی"

اکبر راٹھور نے کسی کے نمبر ڈائل کیے، سلسلہ ملنے پر نام لیے بغیر انہوں نے خالد بن آصف کی کہانی شروع کی ... ایسے میں ڈی ایس پی رانا نے جھلا کر کہا۔

"آپ کس سے بات کر رہے ہیں" یہ بھی تو بتائیں۔

"ایک منٹ جناب ! جن سے بات کر رہا ہوں، وہ خود آپ سے بات کریں گے"

"اچھی بات ہے"

اکبر راٹھور کہانی سناتے رہے، پھر موجودہ صورت حال بھی سنا دی اور آخر میں اپنی تجویز پیش کر دی۔ ان کے خاموش ہونے پر دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اچھی بات ہے ... فون رانا صاحب کو دیں"

"لیجیے جناب ! وہ خود آپ سے بات کریں گے"

اور پھر رانا نے حیرت زدہ انداز میں ریسیور لے لیا۔ دوسری طرف کی آواز سن کر وہ زور سے اچھلا ... فون پر وہ صاحب کہہ رہے تھے۔

"میں ان کی ذمے داری لیتا ہوں ... تین دن کے اندر اگر یہ فائلیں نہ پیش کر سکے تب خالد بن آصف کو آپ کے حوالے کر دیا جائے گا ... تین دن کے لئے ٹھہرے رہیں ... امید ہے یہ معاملہ اس صورت سمجھ جائے گا"۔

ڈی ایس پی رانا کا چہرہ تاریک ہو گیا ... آنکھوں سے غم و غصے کے شعلے نکلتے ہوئے محسوس ہوئے۔

آخر اس نے کہا:

"جی اچھا"

ریسیور رکھ کر وہ ان کی طرف مڑا۔ اور پھنکار کر بولا:

"آپ لوگوں نے آئی جی انوار عالم سے بات کر کے مجھے بے بس کرا لیا ... لیکن کیا آپ یہ سمجھتے ہیں ... اس شہر میں آئی جی انوار عالم سب سے بڑے آفیسر ہیں، میں ابھی سیکرٹری صاحب سے بات کرتا ہوں۔ سیکرٹری سالار پاشا، اس کیس کے اصل ذمے دار وہ ہیں ... آئی جی صاحب نہیں ... جو سالار پاشا کہیں گے، ہو گا وہ ..."

اس نے کہا اور جلدی جلدی نمبر ملانے لگا۔ عین اس لمحے ایک عجیب بات ہوئی۔

آفتاب ترے گرا۔

لکھیے ضرور، لیکن!

6

آپ کا امتحان

7

اکبر راٹھور، کرنل فارانی اور شوکی وغیرہ بوکھلا اٹھے۔ شوکی آفتاب پر جھک گیا۔

"کیا ہوا میرے بھائی؟"

آفتاب نے آنکھیں کھول دیں، اس کی آواز ابھری:

"کچھ نہیں... بس یونہی چکر آ گیا تھا۔"

"اللہ کا شکر ہے تمہیں یونہی چکر آ گیا تھا، اگر سچ مچ چکر آ جاتا تو کیا ہوتا۔" شوکی نے فوراً کہا۔ دوسرے اس کی بات سن کر مسکرائے بغیر نہ رہ سکے۔

عین اس لمحے دوسری طرف ڈی ایس پی رانا فون میں بولا:

"سر! مشکل صورتحال پیدا ہو گئی بلکہ ہو نہیں گئی، کر دی گئی... جی... میں عرض کرتا ہوں سر... یہ لوگ یعنی وکیل اکبر راٹھور، خالد بن آصف کو کرنل فارانی کے ہاں لائے تھے، آپ کرنل فارانی کو تو جانتے ہوں گے، ریٹائرڈ کرنل ہیں۔ ہم نے فوراً تعاقب کیا، یہاں کی تلاشی لی، لیکن خالد بن آصف کو برآمد نہیں کر سکے۔ شاید یہاں کوئی خفیہ تہ خانہ ہے، اس میں ان لوگوں نے انہیں چھپا دیا ہے، سونے پہ سہاگہ یہ کہ ان لوگوں نے آئی جی انوار عالم صاحب سے رابطہ کیا ہے، انہیں ساری بات بتائی اور درخواست کی ہے کہ انہیں تین دن کی مہلت دی جائے، یہ تین دن کے اندر وہ تینوں فائلیں تلاش کر کے دے دیں گے اور اس طرح خالد بن آصف کو بے گناہ ثابت کر دیں گے، اب آپ فرمائیں، ہم کیا کریں... آئی جی صاحب نے خود مجھ سے فون پر کہا ہے کہ میں ان لوگوں کو تین دن کی مہلت دے دوں۔"

ڈی ایس پی رانا یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گیا اور دوسری طرف کی بات سنتا رہا، آخر فون بند کر کے ان کی طرف مڑا۔

"ٹھیک ہے، سیکرٹری سالار پاشا یہ بات سن کر خوش ہوئے ہیں، انہوں نے کہا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں، ہمیں تو غرض فائلوں سے ہے، نہ کہ خالد بن آصف سے" اب آئی جی صاحب نے ذمے داری لی ہے تو ہمیں کیا چاہیے... تاہم فون پر مزید گارنٹی لے لیتا ہوں... مطلب یہ کہ اب سالار پاشا صاحب آئی جی صاحب کو فون کر رہے ہیں..." یہ کہتے ہوئے وہ مسکرایا۔

"چلیں ٹھیک ہے، ہمیں بھی یہ سودا منظور ہے... اگر ہم تین دن کے اندر فائلیں حاصل نہ کر سکے تو خالد بن آصف فوراً حاضر ہو جائیں گے، آپ ان کے ساتھ جو کرنا چاہیں کر لیجیے گا۔"

"تین دن گزرتے کیا دیر لگتی ہے" ڈی ایس پی رانا ہنسا۔

ایسے میں فون کی گھنٹی بجی۔ ڈی ایس پی رانا نے جلدی سے کہا۔

"لیجیے... آ گیا آپ کے آئی جی صاحب کا فون۔"

کرنل فارانی نے فون کا ریسیور اٹھا لیا، دوسری طرف واقعی آئی جی صاحب ... تھے۔

آئی جی صاحب: سالار پاشا صاحب بہت گرم ...

ان کا کہنا ہے اگر تین دن کے اندر فائلیں نہ ملیں تو آپ سب سے کوئی رعایت نہیں ہوگی۔"

"آپ پریشان نہ ہوں سر..."

"لیکن کرنل صاحب... اگر فائلیں پہلے ہی دشمن تک پہنچائی جا چکی ہوں تو شوکی برادرز اور آپ لوگ کیا کر لیں گے۔"

"سر! ایسا آپ ہم پر چھوڑ دیں... آپ شوکی برادرز کو اچھی طرح جانتے ہیں... فائلیں اگر دشمن ملک پہنچا

دی گئی ہیں، تب پھر اس کام کے ذمے دار کو بے نقاب کریں گے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے... لیکن اصل مسئلہ فائلوں کا ہے۔"

آپ خود سوچ سکتے ہیں... اصل ذمے دار فائلوں کو اڑانے والا ہے... ہم اس سے زیادہ کیا کر سکتے ہیں کہ جلد از جلد اس تک جا پہنچیں، ہو سکتا ہے فائلیں ابھی اس کے پاس ہوں۔"

"خیر... جو اللہ کو منظور... بس سالار پاشا ہماری بھد نہ اڑائیں۔"

"ان شاء اللہ ایسا نہیں ہوگا" کرنل فارانی

پھر فون رکھ کر ان کی طرف مڑے:

"رانا صاحب! آپ تو اب جائیں، آپ کا کام تو اب تین دن بعد شروع ہوگا، وہ بھی اس صورت میں جب ہم فائلیں تلاش نہ کر سکیں... ورنہ تو یہ کام ویسے ہی ختم ہو جائے گا۔"

"اچھی بات ہے... میں چلا، آپ جانیں آپ کا کام جانے۔"

وہ تو اپنے ماتحتوں کو لے کر چلا گیا۔ اب کرنل فارانی خالد بن آصف کو خفیہ جگہ سے نکال لائے، شوکی برادرز سے ان کا تعارف کرایا گیا۔ تعارف کے بعد شوکی نے کہا۔

"پہلے تو آپ صرف اتنا بتا دیں، فائلیں آپ کے پاس تو نہیں ہیں۔"

"جی نہیں... بالکل نہیں۔"

"اچھی بات ہے، آپ یہ کہانی ذرا شروع سے سنا دیں، کوئی چھوٹی سے چھوٹی اور معمولی سے معمولی بات رہ نہ جائے۔"

"میرا ایک دوست ہے ... ملک رہتا

ہے، اس کا خط لے کر کرنل جان مور نامی آدمی ہمارے ہاں آیا۔ خط میں لکھا تھا، کرنل جان مور میرے دوست ہیں، آپ کے ہاں وہ تین دن ٹھہریں گے، ہم نے انہیں اجازت دے دی۔ وہ صبح کا ناشتا کر کے گھر سے نکل گئے، رات کو آئے تو کھانے کی بے شمار چیزیں لے آئے... ہم نے وہ چیزیں کھائیں اور بے ہوش ہو گئے... ہوش آیا تو نامعلوم جگہ پر قید تھے۔ وہاں کرنل جان مور بھی تھا، اس نے بتایا کہ ہم لوگوں کے ہم شکل ہمارے گھر میں موجود ہیں، صبح سویرے میرا ہم شکل دفتر جا چکا ہے، وہ وہاں سے تین فائلیں اٹھا لائے گا... پھر ہمارے ہم شکل واقعی وہاں آ گئے... ان کے پاس تین اہم ترین نوعیت کی فائلیں تھیں، میں ان کو دیکھ کر کانپ گیا، کیونکہ ان کا دشمن ملک کے ہاتھ لگنا حد درجے خطرناک ہوتا... اسی وقت ہمیں پھر بے ہوش کر دیا گیا، ہوش آیا تو ہم اپنے گھر میں تھے اور دروازے پر پولیس موجود تھی۔ ہم حیران رہ گئے

کہ اس قدر جلد وہ کیسے آ گئے، آتے ہی انہوں نے فائلوں کی چوری کا الزام لگایا، مجھے گرفتار کر لیا، اس وقت مجھے اکبر راٹھور صاحب کا خیال آیا اور میں نے اپنا حق جتا کر انہیں بلا لیا، بعد کی باتیں تو آپ جانتے ہوں گے۔"

"ڈی ایس پی رانا صاحب کو کیسے پتا چلا کہ یہ واردات ہو گئی ہے؟"

"سیکرٹری صاحب نے رات کے وقت کسی ضرورت کے تحت مجھے فون کیا۔ میں تو یہاں گھر والوں کے ساتھ بے ہوش پڑا تھا... جواب نہ ملنے پر انہوں نے دفتر فون کیا، وہاں سے انہیں چپراسی نے بتایا، میں وہاں سے رات کے وقت رخصت ہوا تھا اور ہاتھ میں تین عدد فائلیں

تھیں... اب سیکرٹری صاحب نے حالات معلوم کرنے کے لیے ڈی ایس پی رانا کو بھیجا اور دفتر سے فائلوں کی چوری کا علم بھی انہیں ہو گیا... یہ ہیں کل حالات..."

شوکی چند لمحے تک خاموش رہا، پھر اس نے کہا:

"دراصل یہ کیس ہمارے بس کا نہیں... ہم فائلوں کا سراغ لگا سکتے ہیں، لیکن بھلا جناب سیکرٹری صاحب اور ڈی ایس پی صاحب وغیرہ جیسے بڑے لوگ ہمارے سوالات کے جوابات دیں گے، ہرگز نہیں... وہ تو ہم سے سیدھے منہ بات بھی نہیں کریں گے۔"

"لیکن کیوں نہیں کریں گے... کیا وہ نہیں چاہتے کہ فائلیں مل جائیں۔" کرنل فارانی بولے۔

"او ہاں! اہم یہ بات کہ کر ان سے سوالات کر سکتے ہیں، لیکن شرط یہ ہے کہ آپ ہمارے ساتھ ہوں۔"

"میں ہر قدم پر ساتھ ہوں گا، اگر وہ تعاون نہیں کریں گے تو ہم انہیں بتا دیں گے کہ اس طرح ہم فائلیں حاصل نہیں کر سکیں گے۔"

"تب پھر ہم سب سے پہلے خالد بن آصف صاحب سے سوالات کریں گے، کیونکہ ہمارا پہلا شک ان پر جاتا ہے۔"

"کیا مطلب!" وہ اچھلے۔

"ہاں جناب! برا ماننے کی ضرورت نہیں، ہو سکتا ہے آپ نے یہ فرضی کہانی گھڑی ہو۔"

"ایسا نہیں ہے" اچانک آفتاب بول اٹھا۔ شوکی اور دوسرے اس کی طرف گھوم گئے۔

"کیا مطلب آفتاب: تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"یہ کہ یہ جرم انہوں نے نہیں کیا۔"

"لیکن تم یہ بات کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"میں اچانک بلا وجہ نہیں گرا تھا، نہ مجھے چکر آیا تھا۔"

"تب پھر... تم کیوں گرے تھے؟" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"مجھے ایک چیز فرش پر پڑی نظر آئی تھی۔ میں اس چیز کو اٹھانے کے لیے گرا تھا۔ لیکن اگر میں ویسے اس کو اٹھاتا تو ڈی ایس پی رانا صاحب دیکھ لیتے اور وہ چیز مجھ سے لے لیتے۔"

"اور... اور وہ چیز ہے کیا؟"

ان سب نے ایک ساتھ کہا۔ وہ بری طرح بے چین نظر آ رہے تھے۔

(جاری ہے)

کیا آپ جانتے ہیں قرآن کا ادب کیا ہے۔ ... سے کریں۔

خونی بٹن

8

اشتیاق احمد

آفتاب نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا، ہاتھ باہر نکالا تو اس میں ایک رومال تھا، اس نے رومال ان کے سامنے کھول دیا۔ انہوں نے دیکھا، اس میں ایک سیاہ بٹن نما آلہ موجود تھا۔

"یہ یہ کیا ہے۔" کرنل فارانی نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ ایک آلہ ہے اس کے ذریعے یہاں ہونے والی ہر بات کافی فاصلے پر سنی جا سکتی ہے، اس آلے کا دوسرا حصہ وہاں موجود ہوگا، جہاں بات چیت سنی جا رہی ہے۔"

"تب تو تم سے غلطی ہوئی آفتاب۔" اکبر راٹھور نے برا سا منہ بنایا۔

"جی! وہ کیسے؟"

"اب ان لوگوں کو معلوم ہو گیا ہے کہ ان کا یہ آلہ ہمیں مل گیا۔"

"جی نہیں! ایسا نہیں ہوا، جب میں گرا تھا اور اپنے رومال میں اس آلے کو میں نے اٹھایا تھا، اس کے ساتھ ہی میں نے اس کی پن نکال دی تھی، پن نکال دینے کے بعد یہ کام نہیں کرتا، اب وہ سوچ رہے ہوں گے کہ آلہ خراب ہو گیا ہے، دوسری طرف یہاں کی پوری بات چیت ساتھ ساتھ سننا ان کی بہت بڑی ضرورت بھی ہے، وہ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ ہم لوگ فائلوں کے سلسلے میں کیا کر رہے ہیں، دوسری بات اس آلے کی یہاں موجودگی کا صاف مطلب ہے کہ خالد بن آصف نے کہانی گھڑی نہیں، ان کے ساتھ یہ سازش واقعی کی گئی ہے۔ اب ہمارا کام تین دن سے پہلے اصل مجرم تک پہنچنا ہے، تو مجھے امید ہے، آج رات مجرموں میں سے کوئی ایک یہاں آئے گا۔" شوکی نے مسکرا کر کہا۔

"کیا مطلب...... تم یہ بات کس طرح کہہ سکتے ہو۔" اکبر راٹھور حیران ہو کر بولے۔

"وہ ایسے کہ یہ آلہ ان کے خیال میں خراب ہو گیا ہوگا، اب وہ اس کی جگہ دوسرا آلہ چپکانے آئیں گے، اگر ایسا ہو گیا تو ہمارا کام آسان ہو جائے گا۔"

"لیکن بھائی جان! یہ ضروری نہیں......" آفتاب کہتے کہتے رک گیا۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجی تھی۔ کرنل فارانی نے جلدی سے ریسیور اٹھا لیا...... دوسری طرف سیکرٹری صاحب بات کر رہے تھے۔

"کرنل صاحب! امید ہے، آپ برا نہیں مانیں گے، ہم نے ایک غیر ملکی سراغ رساں کی خدمات حاصل کی ہیں، وہ آپ لوگوں سے اور خالد بن آصف سے چند سوالات کرنا چاہتے ہیں۔"

"اب ہماری بات کریں...... کیا خالد بن آصف ڈی ایس پی رانا کو مل گئے تھے۔" کرنل فارانی نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"نہیں ملے تھے...... لیکن ہے تو وہ آپ لوگوں کے ساتھ ہی اور پھر اب تو ہم تین دن کی مہلت دے چکے ہیں لہٰذا ہم انہیں گرفتار تو کریں گے نہیں، پھر بھلا انہیں چھپانے کی کیا ضرورت ہے۔"

"تب پھر آپ اپنے غیر ملکی سراغ رساں کو بھیج دیں، یہاں اگر خالد بن آصف مل جائیں تو وہ ان سے بھی سوالات کر لیں گے، ورنہ ہم تو یہاں ہیں ہی۔"

"یہ ٹھیک رہے گا، لیکن میں آپ سے درخواست کرتا ہوں، آپ انہیں چھپائیں نا، ہم تین دن سے پہلے انہیں گرفتار نہیں کریں گے، آپ اپنے ماہر کو بھیج دیں۔"

"وہ آ رہے ہیں، ان کا نام مارٹن ہے...... مارٹن جیک...... انشارجہ کی خفیہ سروس کے ذہین ترین لوگوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔"

"ہم ان کا انتظار کر رہے ہیں۔"

فون بند کر کے کرنل فارانی ان کی طرف مڑے اور ساری بات انہیں بتا دی۔ اس پر شوکی نے کہا:

"ہم خالد بن آصف کو ان کے سامنے ہرگز نہیں لا سکتے، اس طرح تین دن بعد وہ ہم سب کو گرفتار کر لیں گے اور ظلم کریں گے۔"

"ارے ہاں! یہ بات تو ہے۔"

"لہٰذا پہلے انکل فارانی انہیں پھر وہیں چھپا آئیں...... دوسری بات یہ لوگ ہمارا وقت ضائع کرنے کا پروگرام بنا رہے ہیں۔ یہ صاف طور پر چاہ رہے ہیں کہ ہم ناکام ہو جائیں، فائلیں تلاش نہ کر سکیں، خالد بن آصف کو گرفتار کر لیا جائے اور بس۔"

کرنل فارانی پھر خالد بن آصف کو لے کر چلے گئے۔ ابھی وہ آئے ہی تھے کہ دروازے کی گھنٹی بجی۔ انہوں نے دروازہ کھول دیا۔ باہر واقعی ایک غیر ملکی موجود تھا۔ اس نے پہلے اپنا تعارف کرایا۔

"مارٹن جیک...... مجھے مسٹر سالار پاشا نے بھیجا ہے۔"

"تشریف لائیے۔" کرنل فارانی گرم جوشی سے کہا۔

وہ ڈرائنگ روم میں آ کر بیٹھ گیا۔ اس نے سب پر ایک نظر ڈالی اور بولا:

"آپ میں سے مسٹر خالد بن آصف کون ہے؟" وہ انگریزی میں بات کر رہا تھا۔

"وہ یہاں نہیں ہیں، پہلے بھی سالار پاشا انہیں یہاں تلاش کرا چکے ہیں۔"

"کیا میں انہیں یہاں تلاش کر سکتا ہوں۔"

"گویا آپ بھی یہاں کی تلاشی لینا چاہتے ہیں۔"

"ہاں! اگر آپ اجازت دیں۔"

"ضرور لیں۔" کرنل فارانی نے شوکی کا اشارہ پا کر کہا۔

اب اس نے پوری کوٹھی کی تلاشی لی، ایک ایک حصے کو دیکھا۔ پھر اس نے کہا:

"میں یہ بات یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ مسٹر خالد بن آصف یہیں کہیں چھپے ہوئے ہیں۔"

"تب پھر آپ انہیں تلاش کر لیں۔" کرنل فارانی نے منہ بنایا۔

"افسوس! میں اپنے ساتھ ایسے آلات نہیں لایا ورنہ انہیں تلاش کر لینا کوئی مشکل کام نہیں تھا، خیر میں جلد پھر آؤں گا۔"

"گویا آپ صرف خالد بن آصف کو تلاش کرنے آئے ہیں۔"

"نہیں! ہم چاہتے ہیں، فائلیں مل جائیں۔"

"ہم بھی ان فائلوں کی تلاش میں ہیں۔"

"یہاں گھر میں رہ کر تلاش کریں گے ان کو۔" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"نہیں! ہم گھر سے باہر نکل ہی رہے تھے کہ آپ کے آنے کی اطلاع مل گئی، اس لئے رک گئے۔"

"اچھی بات ہے، میں چلتا ہوں، آج پھر یا کل کسی وقت دوبارہ آؤں گا...... اس وقت میرے پاس آلات ہوں گے اور میں خالد بن آصف کو تلاش کر لوں گا۔"

"لیکن کیا فائدہ ہوگا، فائلیں ان کے پاس نہیں ہیں۔"

"وہ بعد کی بات ہے، پہلا مرحلہ خالد بن آصف کو تلاش کرنے کا ہے۔"

"جب کہ انہیں تین دن کی مہلت دے دی گئی ہے۔"

"مہلت فائلیں حاصل کرنے کی دی گئی ہے...... لہٰذا اب انہیں منظر عام پر آ جانا چاہیے...... ظاہر ہے ہم انہیں گرفتار تو کریں گے نہیں۔" کرنل فارانی نے فوراً شوکی کی طرف دیکھا...... جیسے اس سوال کا جواب اس سے پوچھنا چاہتے ہوں۔

"تین دن تو ایسے ہی گزریں گے جناب! پھر ہم خود ان کی گرفتاری میں آپ کی مدد کریں گے۔" شوکی نے فوراً نے کہا۔

"اچھی بات ہے، میں تو پھر چلا......"

اور وہ گھر سے نکل گیا...... ادھر شوکی نے ہونٹوں پر انگلی رکھی ہوئی تھی...... یعنی اس نے انہیں اشارہ کیا تھا کہ کوئی بات نہ کرے...... پھر اس نے ایک کاغذ پر کچھ لکھا اور کاغذ ان کے سامنے کر دیا، لکھا تھا:

"صرف ادھر ادھر کی باتیں کریں...... خالد بن آصف یا اس سیاہ آلے کی کوئی بات نہ کی جائے۔"

یہ کہہ کر شوکی بہت تیزی سے کوئی چیز تلاش کرنے لگا...... باقی لوگ حیران ہو کر دیکھ رہے تھے۔ آخر اس کے جسم کو ایک زوردار جھٹکا لگا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے اس صوفے کو الٹ دیا جس پر کچھ دیر پہلے مارٹن جیک بیٹھا تھا۔

ان سب نے دیکھا...... صوفے پر ایک اور سیاہ بٹن چپکا ہوا تھا۔ گویا مارٹن اسی لئے آیا تھا۔

شوکی نے آؤ دیکھا نہ تاؤ...... اس کی بھی پن نکال دی......

"اف مالک! یہ کیا ہو رہا ہے...... سیکرٹری سالار پاشا کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی آخر۔"

درحقیقت وہ خالد بن آصف کے چکر میں ہیں۔" اکبر راٹھور بولے۔

ایسے میں ایک زوردار دھماکا ہوا۔

سوالیہ کہانی کا جواب

گذشتہ شمارے میں ایک کہانی 'سوالیہ کہانی' کے نام سے شائع ہوئی تھی اس میں آپ سے سوال پوچھا گیا تھا کہ بتائیے 'یہ کہانی کس نے کسے سنائی۔ جواب نوٹ کر لیں۔

یہ کہانی اصحاب الاخدود کی ہے' سورۃ بروج میں ان کا ذکر آیا' تفاسیر کی کتب میں کہانی تفصیل سے موجود ہے' گویا یہ کہانی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی تھی۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سنائی۔

قہقہہ ہنسی مسکراہٹ

"بیگم...... بیگم...... دوڑ کر آؤ' دیکھو میں ادھڑ رہا ہوں"

تنویر، توقیر۔ ملتان

مسافر (دیہاتی سے) یہ سڑک کہاں جاتی ہے۔

دیہاتی: کہیں بھی نہیں جاتی' میں تو اس کو ہر روز

کا اشارہ کر رہا تھا۔ اس نے سوچا' دوسرے آدمی کو شام آباد کا راستہ معلوم ہے' اس لیے بلا رہا ہے' اس نے کار واپس کر لی' نزدیک پہنچا تو پہلے دیہاتی نے کہا:

"جناب! یہ میرے پڑوسی ہیں اور انہیں بھی نہیں

رنج بھی سازش

9

اشتیاق احمد

ہوش آیا تو وہ سب ہسپتال میں تھے۔ آئی۔ جی انوار عالم اور کئی آفیسران کے آس پاس موجود تھے انہیں ہوش میں آتے دیکھ کر وہ بولے:

''کیا ہوا تھا تمہیں''

''آپ فوراً مارٹن جیک کو گرفتار کر لیں' اس کا پتا سیکرٹری سالار پاشا سے معلوم ہو جائے گا۔ ہم سے سوالات تو آپ بعد میں بھی کر سکتے ہیں''

آئی جی انوار عالم صاحب نے فوراً وائرلیس پر احکامات جاری کیے... پھر سیٹ بند کر کے بولے:

''ہاں اب سناؤ... کیا ہوا تھا''

''پہلے آپ مارٹن جیک.....'' شوکی نے کہنا چاہا۔

''اوہو' اس کی گرفتاری کا انتظام ہو گیا ہے''

''انتظام نہیں سر! گرفتاری' ہم گرفتاری چاہتے ہیں۔ اس دھماکے کا ذمے دار وہی ہے' یہ لوگ یعنی فائلوں کے چور ہمیں ہر حال میں ختم کر دینا چاہتے ہیں' خالد بن آصف کی تلاش کے بہانے مارٹن جیک کو بھیجا گیا اور دھماکا ہو گیا... اب سوال یہ ہے کہ سیکرٹری سالار پاشا صاحب کا اس معاملے میں کیا کردار ہے' کیونکہ مارٹن جیک کو انہوں نے بھیجا تھا''

''تو ان سے ہر سوال پوچھ لیا جائے گا' سیکرٹری ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ غیر قانونی کام کرتے رہیں''

''میرا خیال ہے.... ہمیں فوراً سیکرٹری صاحب کے پاس پہنچ جانا چاہیے'' شوکی نے بے چینی کے عالم میں کہا۔

''لیکن تم اس وقت ہسپتال میں ہو اور یہاں سے چھٹی تمہیں ڈاکٹر صاحب کی طرف سے ہی مل سکتی ہے''

انوار احمد مسکرائے۔

''میں اور میرے بھائی بالکل ٹھیک ہیں... اور میرا خیال ہے انکل اکبر راٹھور اور کرنل فارانی بھی اس قابل ہیں کہ ہمارے ساتھ چل سکیں''

''بالکل!'' وہ ایک ساتھ بولے۔

''لیکن آپ لوگ تین دن سے پہلے ہسپتال سے نہیں جا سکتے'' ڈاکٹر کی آواز ابھری۔

''جی کیا کہا... تین دن سے پہلے یہاں سے نہیں جا سکتے... ارے باپ رے... آپ سن رہے ہیں... تین دن کے اندر اندر تو ہمیں فائلوں تک پہنچنا ہے... ورنہ وعدے کے مطابق خالد بن آصف صاحب کو ان کے حوالے کرنا پڑے گا اور پھر جو سلوک وہ ان سے کریں گے' اس کا اندازہ ہم بھی کو ہے''

''ارے باپ رے'' آفتاب کے منہ سے نکلا۔

''یہ باپ رے کیا ہوتا ہے'' انوار عالم گھبرا گئے۔

''ہم سب یہاں مزے سے پڑے ہیں.... اور...'' آفتاب کہتے کہتے رک گیا۔

''اور کیا...''

''نن.... نہیں... کچھ نہیں'' آفتاب چلایا۔

''بے چارے کے دماغ پر اثر ہو گیا' آپ کچھ خیال نہ کریں'' شوکی نے برا سا منہ بنایا' ساتھ میں اسے گھورا بھی۔

''لیکن آپ مجھے اس طرح گھوریں تو نہ.....''

آفتاب سہم گیا۔

''لیکن تم کیا کہنے چلے تھے'' انوار عالم جلدی سے بولے۔

''چلا کہاں تھا آئی جی انکل... یہیں بستر پر تو لیٹا ہوا ہوں''

''انکل! آپ... آپ کو گھر جانا چاہیے'' آفتاب نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

''گھر جانا چاہیے... گھر تو ملبے کا ڈھیر... ارے باپ رے'' وہ چلائے۔

''بس بس... سب لوگ ارے باپ رے کے پیچھے نہ پڑیں'' شوکی جل گیا۔

''وہ میں... یہ کہنے چلا تھا'' آفتاب نے پھر کہنا چاہا۔

''ابھی تو تم خود کہہ رہے تھے..... چلے کہاں تھے یہیں تو لیٹے ہوئے ہیں'' شوکی نے اسے گھورا۔

''آخر آپ چاہتے کیا ہیں... آپ مجھے کیوں نہیں رہے... کچھ کہنے سے روک کیوں رہے ہیں''

''اس لیے کہ تمہارے دماغ پر اثر ہو گیا ہے' تمہیں آرام کی ضرورت ہے..... ڈاکٹر صاحب! مہربانی فرما کر انہیں نیند کا ٹیکہ لگا دیں۔ بلکہ ایک ٹیکہ اس کی زبان پر بھی لگا دیں... تاکہ یہ نیند کی حالت میں بھی بولنے کی کوشش نہ کر سکے''

''مم... مگر کیا کہہ رہے ہیں بھائی جان... میرا بولنا بہت ضروری ہے''

''ہو گا تمہارے نزدیک... ہمارے نزدیک نہیں'' شوکی جل گیا۔

''تم لوگوں کی باتیں مجھ سے باہر ہیں''

''آپ ہم سب کو سیکرٹری سالار پاشا کے پاس لے چلیں... ورنہ فائلوں کا مجرم دور نکل جائے گا' پھر ہم اس تک نہیں پہنچ سکیں گے''

''اوہ اچھا... اور آفتاب کا کیا کریں''

''ڈاکٹر صاحب اسے نیند کا ٹیکہ لگا دیں''

''کک... کیا واقعی'' ڈاکٹر نے حیران ہو کر کہا۔

''نن..... نہیں... یہ مذاق کر رہے ہیں' ان کی عادت ہے مذاق کی''

''تم بھول رہے ہو آفتاب! مذاق کی عادت میری نہیں... خود تمہاری ہے... کیوں انکل صاحبان'' شوکی نے اکبر راٹھور اور کرنل فارانی کی طرف دیکھا۔

''ہاں بالکل... ہم اس بات کی تصدیق کرتے ہیں''

''تب تو ٹیکہ لگانا پڑے گا... کیونکہ آپ لوگوں کے لیے خاموشی بہت ضروری ہے''

''تب پھر سب کو ایک ایک ٹیکہ لگائیں'' آفتاب نے جھلا کر کہا۔

''مناسب تو یہی ہے'' ڈاکٹر نے فوراً کہا۔

''آفتاب! تمہاری وجہ سے کام خراب ہو رہا ہے... یا تو چپ چاپ ٹیکہ لگوا لو ورنہ پھر ہونٹوں کو سی لو...

ہمارے ساتھ تم صرف اس شرط پر چل سکتے ہو کہ کوئی بات مرے سے نہیں کرو گے''

''اچھی بات ہے' اگرچہ اس وقت میرے لیے خاموش رہنا دنیا کا مشکل ترین کام ہے''

''ہو گا' بس خاموش! اور انکل! ڈاکٹر صاحب کو بتا دیجیے... ہم نہیں رک سکتے..... تاہم ہم وعدہ کرتے ہیں' اس کیس کے ختم ہوتے ہی ہسپتال میں حاضر ہو جائیں گے اور تین دن آرام کریں گے' اگر کوئی اور معاملہ نہ آ پکڑا''

آئی جی صاحب فوراً ڈاکٹر صاحب کی طرف مڑے' وہ آفتاب کو انجکشن لگانے کی تیاری کرتے نظر آئے۔

''رہنے دیں ڈاکٹر صاحب اور انہیں جانے کی اجازت دے دیں''

''یہ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں''

''بس! میں اس کی وضاحت پھر کروں گا... یہ بہت سنگین کیس میں الجھے ہوئے ہیں''

''جج... جیسے آپ کی مرضی''

اور پھر وہ وہاں سے نکل کر سیکرٹری سالار پاشا کے پاس پہنچ گئے۔ انہوں نے انہیں حیران ہو کر دیکھا۔ ان کے ساتھ آئی جی صاحب کو دیکھ کر تو وہ حیران رہ گئے۔

''آپ ان لوگوں کے ساتھ''

''وقت پہلے ہی بہت ضائع ہو چکا ہے... پہلے آپ یہ بتائیں... مارٹن جیک کہاں ہے؟''

''کون مارٹن جیک' میں کسی مارٹن جیک کو نہیں جانتا''

''یہ لیجیے! یہ ایک ہی رہی' آپ نے خود فون کیا تھا کہ آپ ایک غیر ملکی سراغ رساں مارٹن جیک کو بھیج رہے ہیں' وہ فائلوں والے کیس پر کام کرے گا' آپ لوگ اس کے سوالات کے جوابات دیں... سو مارٹن جیک نامی شخص ہمارے ہاں آیا' اس نے سوالات بھی کیے اور خالد بن آصف کو تلاش بھی کیا' لیکن وہ انہیں تلاش نہ کر سکا اور واپس جانے کے لیے کوٹھی سے نکل گیا۔ عین اسی وقت کوٹھی دھماکے سے اڑ گئی... گویا مارٹن جیک وہاں کہیں بم رکھ گیا تھا' ہم اس کی بات کر رہے ہیں''

''تب پھر ضرور کسی نے میری آواز بنا کر آپ کو فون کیا اور اس شخص کو بھیجا' یا اس نے خود ہی فون کیا اور آ گیا آپ لوگوں کے پاس! آپ خود سوچیں' میں سرکاری آدمی ہوں' کسی غیر ملکی اور غیر سرکاری آدمی کو کس طرح بھیج سکتا تھا''

''اوہ! کیا واقعی آپ درست کہہ رہے ہیں''

''ہاں! ابھی ابھی آپ کے ماتحت بھی اس سلسلے میں آئے تھے' میں نے انہیں بھی یہی بتایا ہے''

''خیر کوئی بات نہیں... ہم مارٹن جیک کا سراغ لگا لیں گے... اور جونہی ہم نے اس کا سراغ لگا لیا' سمجھ لیں ہم فائلوں تک پہنچ گئے'' شوکی نے منہ بنایا۔

''اس سے اچھی بات کیا ہو سکتی ہے'' سالار پاشا نے خوش ہو کر کہا۔

وہ وہاں سے منہ لٹکائے باہر نکل آئے۔ آئی جی صاحب تو وہیں سے دفتر چلے گئے۔ یہ لوگ گھر کی طرف چلے۔ راستے میں ایک جگہ رک کر گاڑی سے اتر کر شوکی کچھ دور چلا گیا اور موبائل پر کسی کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ سلسلہ ملتے ہی اس نے دبی آواز میں کہا:

''انکل کاشان! شوکی بات کر رہا ہوں' غور سے سنیے! کرنل فارانی کی کوٹھی کو بم سے اڑا دیا گیا ہے' ہم بال بال بچے' لیکن کرنل فارانی صاحب نے اپنے تہ خانے میں ایک صاحب کو چھپایا ہوا تھا... ہم لوگ اس وقت کوٹھی کا رخ نہیں کر سکتے' اس لیے کہ دشمنوں کی نظریں ہم پر جمی ہیں... اور وہ یہی چاہتا تھا کہ ہوش میں آتے ہی ہم فوراً کوٹھی کی طرف دوڑ پڑیں اور خالد بن آصف کو باہر نکال لیں۔ آفتاب سے یہ غلطی ہونے لگی تھی' وہ کہنے چلا تھا کہ خالد بن آصف ملبے کے تہ خانے میں دبے رہ گئے ہیں' پہلے انہیں نکالنا چاہیے' لیکن میں نے اسے بات کرنے کا موقع نہیں دیا' اس لیے کہ دشمن ہماری ہر بات سن رہا ہے اور ہماری تمام حرکات و سکنات پر اس کی نظر ہے''

''میں ساری بات سمجھ گیا شوکی' لیکن تم خود سوچو تہ خانے کی نشان دہی تو کرنل فارانی ہی کریں گے''

''ہم انہیں میک اپ میں وہاں بھیجنے کی کوشش کریں گے' اس وقت ہم اکبر راٹھور صاحب کے گھر جا رہے ہیں' وہیں یہ کام کریں گے... آپ فکر نہ کریں''

''اوکے شوکی... جلدی کرو..... کہیں وہ بے چارے دم گھٹ کر مر نہ جائیں''

''نہیں انکل' اللہ نے چاہا تو ایسا نہیں ہو گا... وہ تہ خانہ جدید انداز کا ہے''

''اچھی بات ہے'' انسپکٹر کاشان نے فوراً کہا اور شوکی نے فون بند کر دیا' ایسے ہی ایک سرد آواز سنائی دی:

''بہت خوب! آخر پکڑے گئے نا''

اندھی سازش

اشتیاق احمد

11

"کیا کہہ رہے ہو شوکی... ان کی کوٹھی کی تلاشی کے وارنٹ حاصل کرنا آسان کام نہیں، دوسرے یہ کہ اگر وہاں سے فائلیں برآمد نہ کی جا سکیں تو اس صورت میں تو وہ اخباروں کے طوفان......"

"اب وہ طوفان اٹھائیں یا آندھیاں..... مجھے ایک زبردست خیال آیا ہے، میں اس خیال کی وضاحت اس وقت نہیں کر سکتا، اگر آپ چاہتے ہیں فائلیں مل جائیں، دشمن کے ہاتھ نہ لگیں تب آپ کو یہ وارنٹ حاصل کرنا ہوں گے ورنہ ہم اس کیس میں کچھ بھی نہیں کر سکیں گے.... اور اس طرح خالد بن آصف ہمیشہ کے لیے پھنس جائیں گے اور انکل آئی جی صاحب یہ بھی بتا دوں، یہ منصوبہ صرف فائلیں اڑانے کا منصوبہ نہیں ہے" شوکی پر جوش انداز میں کہتا چلا گیا۔

"تب پھر اور کس چیز کا منصوبہ ہے"

"خالد بن آصف جیسے مخلص اور ایماندار ترین عہدے داروں کو ان کی جگہ سے ہٹانے کا منصوبہ پہلے ہے ورنہ جن لوگوں کے ہاتھ اس قدر لمبے ہیں ان کے لیے خفیہ طور پر فائلیں حاصل کر لینا زیادہ مشکل کام نہ ہوتا اور ہمیں کانوں کان خبر نہ ہوتی"

"لیکن شوکی! یہ بہت مشکل ہے"

"تب پھر ہمیں غیر قانونی قدم اٹھانا پڑے گا، کیا آپ ہمیں اس کی اجازت دیتے ہیں"

"اور وہ کیا شوکی اس کی وضاحت کرو"

"ان کی کوٹھی میں اجازت کے بغیر داخل ہونا پڑے گا"

"اس کی صورت یہ ہے، اگر تم وہاں سے فائلیں حاصل کر لیتے ہو تب تو یہ غیر قانونی قدم معاف ہو سکتا ہے دوسری صورت میں تم سب پھنس جاؤ گے"

"آپ اپنی حد تک ہمیں اجازت دے دیں... آگے اللہ مالک ہے"

"اچھا شوکی.... جو کر سکتے ہو کر گزرو......" دوسری طرف سے کہا گیا۔ اور فون بند ہو گیا۔ شوکی ان کی طرف مڑا۔

"اب معاملہ ایسے موڑ پر آ پہنچا ہے کہ تخت یا تختہ"

"ہاں شوکی! ہم تمہاری باتوں سے اندازہ لگا چکے ہیں"

"تب پھر انکل! میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ تینوں حضرات اب اس کیس سے بالکل الگ ہو جائیں، کوٹھی میں صرف ہم داخل ہوں گے"

"کیا کہہ رہے ہو شوکی یہ کیسے ہو سکتا ہے، اس موڑ پر ہم تمہارا ساتھ نہیں چھوڑ سکتے"

"لیکن اس کا نتیجہ جیل جانے کی صورت میں نکل سکتا ہے"

"کوئی پروا نہیں.... اگر ہم سب کو جیل جانا پڑا تو ہم یہ اطمینان لے کر جائیں گے کہ کسی مقصد کے لیے جا رہے ہیں" اکبر راٹھور بولے۔

"پھر سوچ لیں... ہم تو اپنا کام کسی نہ کسی طرح نکال لیں گے"

"یہ نہیں ہو گا شوکی... ہم ساتھ رہے ہیں، ساتھ رہیں گے"

"اچھی بات ہے آج رات ہم کوٹھی میں داخل ہوں گے ان شاء اللہ"

"لیکن شوکی... میں نے سنا ہے، اس کوٹھی میں بہت خوفناک کتے موجود ہیں"

"اب جو بھی ہو...... ہمیں جانا تو ہو گا" شوکی نے پرسکون آواز میں کہا۔

٥

رات تاریک تھی، چاند کی آخری تاریخیں تھیں۔ دن بھی سردی کے تھے، رات کے نو بجے یوں گمان گزر رہا تھا جیسے بارہ بج چکے ہوں، ہُو کا عالم طاری تھا۔ ایسے میں سات سائے ایک کوٹھی سے کچھ فاصلے پر ایک بڑی گاڑی سے اترے۔ خود کو مکمل طور پر تاریکی میں رکھتے ہوئے وہ چار دیواری کی طرف بڑھے اور پچھلی طرف پہنچ گئے۔

"انسانی سیڑھی بنا لیں، پہلے صرف میں باغ میں اتروں گا" شوکی نے سرگوشی کی۔

"لیکن شوکی! اس طرف خونخوار کتے ہیں" انسپکٹر کاشان نے پریشان ہو کر کہا۔

"آپ میرے کندھے سے لٹکا تھیلا دیکھ رہے ہیں" شوکی مسکرایا۔

"ہاں! اس میں کیا ہے"

"کتوں کا انتظام، آپ لوگ سیڑھی بنائیں"

انہوں نے مل کر انسانی سیڑھی بنائی، پھر شوکی اس سیڑھی پر چڑھ گیا۔ سیدھا کھڑا ہونے پر اس کے دونوں ہاتھ چار دیواری پر جم گئے۔ اس طرح وہ آسانی سے دیوار پر آ گیا۔ اس نے ہونٹوں سے ہلکی سی آواز نکالی۔ فوراً ہی کتوں کی خوفناک غراہٹ سنائی دی۔ آن کی آن میں وہ باغ میں اس جگہ آ موجود ہوئے جہاں دیوار پر شوکی لیٹا ہوا تھا۔ اس نے تھیلے میں ہاتھ ڈالا اور گوشت کے کئی بڑے ٹکڑے اس میں سے نکال کر نیچے گرا دیے۔ کتے ان ٹکڑوں پر ٹوٹ پڑے۔ آن کی آن میں وہ ان ٹکڑوں کو کھا گئے۔ شوکی نے چند اور ٹکڑے پھینکے۔ وہ ان کو بھی چٹ کر گئے۔ پھر آہستہ آہستہ ان کی غرائیں مدھم پڑتی چلی گئیں۔ جب شوکی کو پوری طرح اطمینان ہو گیا کہ وہ مکمل طور پر بے ہوش ہو چکے ہیں تو وہ باغ میں کود گیا، نیچے گھنی گھاس تھی، اسے چوٹ نہیں آئی۔ اب وہ دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازے کے اندر کی طرف ایک چوکیدار اسٹول پر بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ شوکی نے جیب سے شیشے کا پیپر ویٹ نکالا اور تاک کر اس کے سر پر دے مارا۔ اس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی، پھر وہ دھڑ سے گرا اور بے ہوش ہو گیا۔ شوکی نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا اور ہلکی سی آواز منہ سے نکالی۔ اس کے ساتھی پہلے ہی دروازے کے نزدیک پہنچ چکے تھے۔ وہ فوراً اندر آ گئے۔

"تم نے تو کمال کر دیا شوکی" انسپکٹر کاشان نے دبی آواز میں کہا۔

"اس بات کو چھوڑیں انکل! اصل مرحلہ تو اب شروع ہوا ہے.... آیئے"

وہ دبے پاؤں آگے بڑھے۔ ایک ایک کمرے میں جھانکتے گئے۔ یہاں تک کہ ایک کمرے میں انہیں باتیں کرنے کی آواز سنائی دی، دروازہ اندر سے بند تھا۔ انہوں نے اپنے کان دروازے سے لگا دیے۔ کوئی کہہ رہا تھا۔

"اس وقت تک ہم کامیاب ہیں اور ہمارے دشمن ناکام۔ آج رات حوالات میں خالد بن آصف کی خودکشی کا ڈرامہ رچایا جائے گا۔ وہ بجلی کے پنکھے سے لٹک کر خودکشی کرے گا لہٰذا اس کا قصہ ختم، رہ گئیں فائلیں، ان کو ٹھکانے لگانے کا انتظام بھی آج رات ہو جائے گا، وہ اس جگہ پہنچ جائیں گی..... جہاں پہنچانے کے لیے اڑائی گئی ہیں"

"لیکن سر..... کیسے پہنچ جائیں گی"

"ان کو لینے کے لیے آج یہاں ایک ایجنٹ پہنچ رہا ہے..... فکر نہ کرو"

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ حوالات میں خالد بن آصف کی خودکشی والی بات نے انہیں فکر مند کر دیا تھا، شوکی نے ہونٹوں پر انگلی رکھی اور انہیں اس کمرے سے کچھ فاصلے پر لے آیا۔

"انکل کاشان! اب آپ کا یہاں ٹھہرنا خطرناک ہو گا۔ آپ اسی وقت کوٹھی سے نکل جائیں، آئی جی صاحب کو اپنے موبائل کے ذریعے اس کی خبر کریں.... خود بھی انسپکٹر جمالی تور کے پولیس اسٹیشن پہنچ جائیں"

"لیکن میں وہاں دخل اندازی نہیں کر سکتا"

"آئی جی صاحب تو کر سکتے ہیں نا، آپ ان کا وہاں پہنچ کر انتظار کریں... ان کے آنے سے پہلے کوئی خطرہ محسوس ہو تو اللہ کا نام لے کر کود پڑیں"

"اچھی بات ہے..... لیکن یہاں بھی مقابلہ سخت ہے"

"اللہ مالک ہے..... آپ جائیں"

انسپکٹر کاشان اسی وقت کوٹھی سے باہر نکل گیا۔ اس نے فوری طور پر آئی جی انوار عالم سے رابطہ کیا۔ ان کی آواز سنتے ہی بولا:

"سر! شوکی کا اندازہ بالکل درست نکلا۔ ہم درست جگہ پہنچے لیکن وہاں پہنچنے پر ایک بہت خوفناک خبر ملی ہے۔ اس لیے میں فوراً وہاں سے نکل آیا ہوں اور اب آپ کو فون کر رہا ہوں"

"اور وہ خبر کیا ہے انسپکٹر کاشان" آئی جی صاحب نے کہا۔

"وہ خبر یہ ہے..... کہ....."

عین اس لمحے اس کے سر پر کوئی وزنی چیز زور سے ماری گئی، اس کے منہ سے گھٹی گھٹی چیخ نکل گئی۔

"کیا ہوا کاشان..... خیر تو ہے..... ہیلو......" دوسری طرف سے آئی جی صاحب نے کہا۔ ان کی آواز ریسیور میں گونج کر رہ گئی۔

انہوں نے ریسیور پھینکا اور باہر کی طرف دوڑ پڑے۔ آندھی اور طوفان کی طرح جیپ دوڑاتے وہ اس کوٹھی تک پہنچے..... انہوں نے دیکھا..... انسپکٹر کاشان کی جیپ سڑک کے کنارے کھڑی تھی اور خود اس کا دور دور تک پتا نہیں تھا البتہ سڑک پر خون پھیلا ہوا تھا۔

زید چونک اٹھا۔

جنگل میں عجیب و غریب آوازیں گونج رہی تھیں۔ اس کے قدم تیز ہو گئے۔ آوازیں نزدیک آتی چلی گئیں۔ اب اسے معلوم ہوا، جنگل کے سب جانور ایک جگہ جمع تھے اور زور و شور سے بحث میں مصروف تھے۔

یہ جنگل اس کا دیکھا بھالا تھا، اس سے گزرنا اس کا روز کا معمول تھا، یہی وجہ تھی کہ جنگل کے تمام جانور اسے پہچانتے تھے بلکہ اب تو اس سے مانوس ہو چکے تھے اور ایک طرح سے اسے اپنا ساتھی خیال کرنے لگے تھے۔ جونہی وہ ان کے نزدیک ہوا، تتلی کی نظر اس پر جا پڑی، وہ چہکی:

"لو! اپنے زید بھیا آ گئے، ان سے پوچھ لیتے ہیں، ہم میں تیز رفتار کون ہے"

محترمہ تتلی کی آواز پر سب نے زید کی طرف دیکھا اور اپنے اپنے انداز میں اس کا استقبال کیا، پھر چیتے صاحب کی آواز ابھری:

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے، لیکن یہ بے چارے دور سے چل کر آ رہے ہیں، انہیں سانس تو لینے دو، تم نے تو آؤ دیکھا نہ تاؤ، اپنا مسئلہ لے کر بیٹھ گئیں"

"نہیں نہیں! میں بالکل تھکا ہوا نہیں، لیکن یہ یہاں میٹنگ کیسی ہو رہی ہے، مسئلہ کیا ہے"

یہ کہتے ہوئے زید نے ان سب پر باری باری نظر ڈالی۔ اس وقت وہاں اونچے اونچے شان دار درختوں، لہلہاتے سرسبز و شاداب رنگ برنگے پھولوں سے لدے پودوں کے بیچ قریباً سب جانور موجود تھے۔ چیتے صاحب بڑی آن بان اور شان کے ساتھ بیٹھے تھے، بار بار اپنی مونچھوں کو تاؤ دے رہے تھے۔ یہ برق رفتار تو ہیں ہی خونخوار بھی ہیں۔ لیکن ان امن پسند دوستوں کے درمیان رہنے کی بنا پر ان کی خونخواری بڑی حد تک ختم ہو گئی تھی۔ قدرت نے انہیں گوشت خور بنایا تھا، گوشت کے علاوہ انہیں کچھ کھانا گوارا نہیں تھا، نہ ہی گوشت کے علاوہ کسی اور خوراک سے ان کے جسم اور جان کے تقاضے پورے ہوتے تھے اور یہاں کے جانوروں سے ان کی دوستی ہو چکی تھی اب وہ انہیں تو شکار کرنے سے رہے لہٰذا اس جگہ سے کچھ دور جنگل کے اندرونی حصے میں جا کر وہ اپنا شکار مارتے اور پیٹ کی آگ بجھاتے تھے۔ پیٹ بھر کر گوشت کھاتے اور واپس اپنے دوستوں میں آ جاتے۔

ان دوستوں میں ایک تو [illegible] صاحب تھے۔ ان کا تعلق پرندوں کی نسل سے تھا، آبائی وطن آسٹریلیا تھا، وہاں سے نقل مکانی کر کے اس جنگل میں آ گئے تھے۔ یہاں ان کی دوستی اس جنگل کے تمام جانوروں سے ہو گئی۔ اس لیے پلٹ کر اپنے آبائی وطن کی طرف دیکھا بھی نہیں، وجود کے لحاظ سے مختصر ضرور تھے، مگر تھے بڑی خوبیوں کے مالک، ان کے بعد نمبر آتا ہے خرگوش صاحب کا، ان سے اور ان کی رفتار سے کون واقف نہیں، ان کی رفتار کی تو کہانیاں تک مشہور ہیں۔

چوتھے نمبر پر شتر مرغ تھے۔ شتر یعنی اونٹ بھی اور مرغ بھی۔ یوں تو ان کا شمار پرندوں میں ہوتا ہے، لیکن بے چارے اڑ نہیں سکتے، ہاں دوڑتے خوب ہیں، بھلا کیوں نہ

وہ سب دم سادھے بیٹھے رہے تھے۔ اڑن طشتری سے زمین پر اترنے کے بعد بھی آواز آتی رہی۔ یہ آواز آہستہ آہستہ کم ہوتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ بالکل ختم ہو گئی۔ پھر اس کا دروازہ کھلا۔ اس میں سے عجیب و غریب شکل و صورت کے انسان اترے۔ یہ تعداد میں سات تھے۔ ان کے ہاتھوں میں ٹارچوں جیسے آلات تھے۔ ہاتھوں پر بندھی گھڑیاں روشنی بھی دے رہی تھیں۔

سیارے سے آئی تھی.... انہیں ہمارے ماہرین کی ضرورت کیوں پیش آ گئی۔ اب ان لوگوں کو کیا معلوم..... ہمیں ان کی کوئی ضرورت نہیں، ہم تو ان کے ملک کو ان ذہین لوگوں سے محروم کر دینا چاہتے ہیں"

"بہت خوب! کامیابی مبارک" ایک طرف سے آواز گونجی اور ایک امریکی آ...

آپ کا خط ملا

برادرم اشتیاق احمد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

اخبارات کی دنیا میں روزنامہ اسلام اسلامی صحافت ...

انی لاول العرب رمی بسہم فی سبیل اللہ۔ عربوں میں میں پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے سیر اعلام النبلاء ...